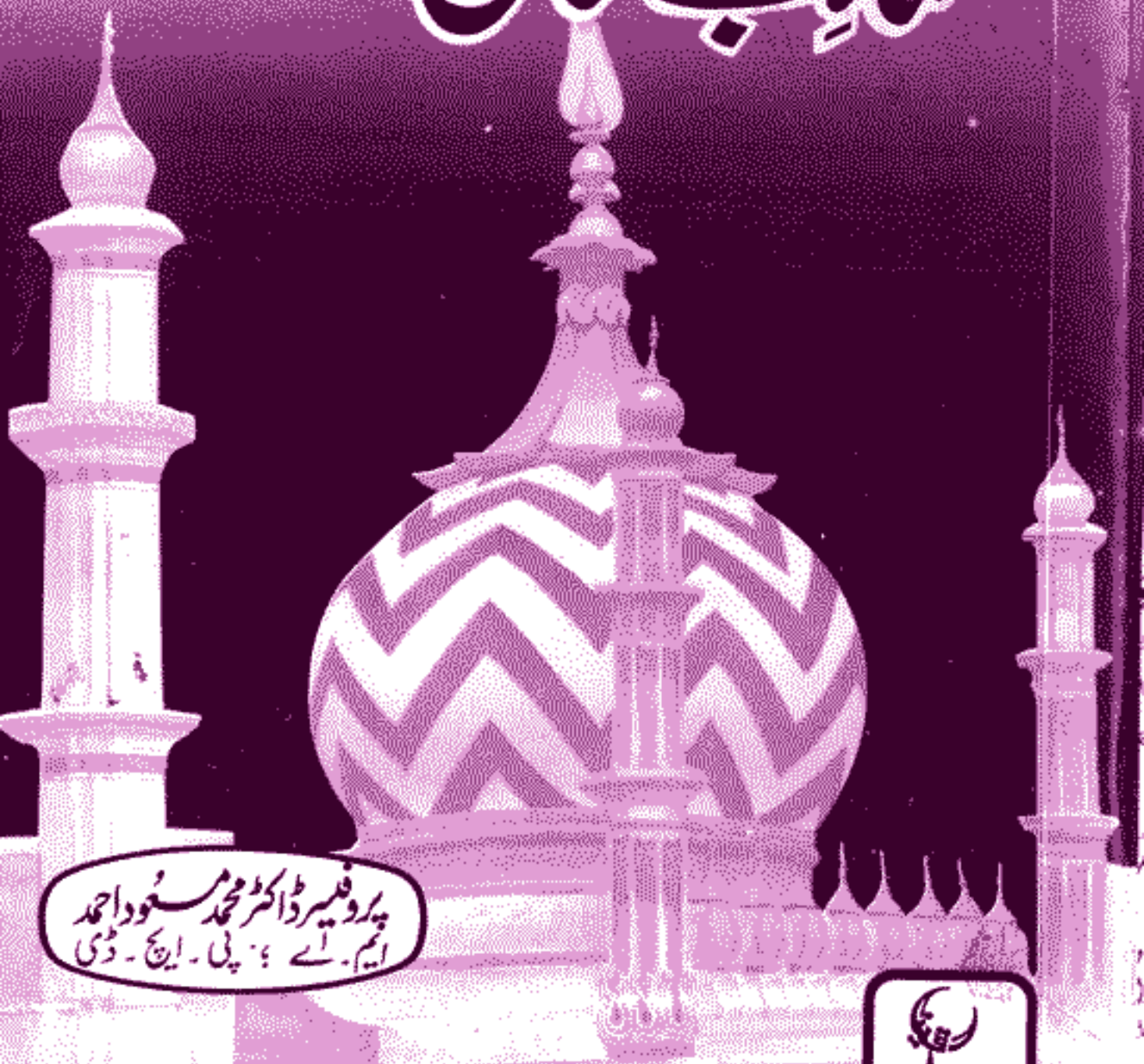


فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَقَالُوا مَا مِثْلُنَا

(انھوں نے بیستیاں اور کھلا گناہ اپنے سر لیا، (احزاب: ۵۸)

گناہ بے گناہی



پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

ادارہ مسعود
۵۰۶۲-ای، ناظم آباد، کراچی سندھ
اسلامی جمہوریہ پاکستان ۳۱۴۱۸ / ۱۹۹۸ء



فَقَدْ اَحْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَقَامُوا بِمِثْلِهَا
(انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا) (احزاب: ۵۸)

کتاب بے گناہی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے ؛ پی۔ ایچ۔ ڈی



ادارۃ مسعودیہ

۲/۶، ۵-ای، ناظم آباد، کراچی، سلاوی جمہوریہ پاکستان

حقوق طباعت بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب _____ گناہ بے گناہی

مصنف _____ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

طابع _____

ناشر _____ ادارہ مسعودیہ، کراچی

مطبع _____ شاہکار پریس، کراچی

طباعت _____ ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء

تعداد _____ گیارہ سو

قیمت _____ ۳۶ روپے

ملنے کے پتے

۱- ادارہ مسعودیہ ۶، ۵-ای، ناظم آباد، کراچی

۲- سرہند پبلی کیشنز، ۸۸/۷-۸، ڈی۔ ایم۔ اینج سوسائٹی۔ کراچی

۳- ہیرینہ پبلشنگ کمپنی، ایم۔ اے جناح روڈ، کراچی

۴- ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

۵- شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور

۶- ادارہ مسعودیہ، مسعود، ۱۱-میں روڈ، لاہور



انساب

ان حریت پسندوں کے نام

- جنہوں نے ناموسِ اسلام کی حفاظت کے لئے آن کو آن نہ سمجھا، جان کو جان نہ سمجھا۔
- جنہوں نے فرنگیوں کے آگے سر نہ جھکایا، ایک خدا کو اپنا خدا سمجھا۔
- جنہوں نے فرنگیوں کے گیت کبھی نہ گائے، نعتِ مصطفیٰ میں زندگی بسر کی۔
- جو نہ فرنگیوں کو چاہتے تھے، نہ ان کے چاہنے والوں کو چاہتے تھے۔
- جنہوں نے فرزندِ انِ اسلام کو کفار و مشرکین کے فرغے سے نکالا۔
- جنہوں نے ملتِ اسلامیہ کی آسودگی کی خاطر اپنی عزتیں قربان کیں، اپنی جانیں نذر کیں۔
- جنہوں نے مملکتِ اسلامیہ کی راہ سے کانٹے ہٹاتے، پھول بچھاتے۔
- جنہوں نے اپنا خون پسینہ اغیار کے لئے نہیں، اسلام کیلئے بہایا۔
- جن کے دامنِ داغِ موالاتِ ہنود سے بے داغ رہے۔
- جنہوں نے غلامی کی تاریک راتوں میں اُجالے کئے۔
- جنہوں نے گرتی قوم کو تھاما، ڈوبتی نیا کو پار لگایا۔
- جن پر اسلام ناز کرتا ہے، جن پر کفر ماتم کرتا ہے۔
- جن کی محبتوں میں ساز تھا، جن کی نفرتوں میں سوز تھا۔

حرفِ آغاز

راقم ۱۹۵۶ء سے برابر لکھ رہا ہے، ۱۹۶۹ء تک امام احمد رضا کے مطالعے سے محروم رہا، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ماسولتے والد ماجد حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ راقم کے تمام اساتذہ کا تعلق امام احمد رضا کے مخالفین یا مخالفین کے مویدین سے رہا لیکن جب ۱۹۷۰ء میں مطالعہ کا آفاذ کیا تو ایک اور ہی عالم نظر آیا جس نے حیران و ششدر کر دیا۔ اللہ اکبر! حقیقت کیا تھی اور کیا بتایا گیا۔۔۔۔۔ اب جوں جوں مطالعہ کرتا ہوں، حیرانگی بڑھتی ہی جاتی ہے۔

مطالعہ و مشاہدہ نیک و بد اور خیر و شر کی پہچان کا بہترین ذریعہ ہے۔ پروپیگنڈا سے کچھ وقت کے لئے خیر کو شر اور نیک کو بد بنا کر پیش کیا جاسکتا ہے مگر ہمیشہ کے لئے نہیں۔۔۔۔۔ مطالعہ کے بعد جب جہل و لاعلمی کے پردے اٹھتے ہیں تو مطالع صاف نظر آنے لگتا ہے۔۔۔۔۔ تو دیکھنے والوں نے دن کی روشنی میں دیکھا اور بہت کچھ لکھا اور شائع کیا۔۔۔۔۔ پاک و ہند کے مختلف علمی اداروں، مجلسوں اور ناشرین نے اپنی سی کوشش کی۔۔۔۔۔ اب جامعات میں بھی کام شروع ہو گیا ہے، ایم اے کے پرچوں میں امام احمد رضا پر سوالات آرہے ہیں اور تحقیقی کام بھی ہو رہے ہیں مثلاً ایک فاضل نے پینہ یونیورسٹی (بھارت) سے امام احمد رضا کی فقاہت پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی ہے، ایک فاضلہ جبل پور یونیورسٹی (بھارت) سے امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر ڈاکٹریٹ کر رہی اور دوسری فاضلہ سندھ یونیورسٹی (پاکستان) سے امام احمد رضا کی شخصیت پر ڈاکٹریٹ کر رہی ہیں۔۔۔۔۔ اس طرح کام ہو رہا ہے اور آگے بڑھ رہا ہے۔

گزشتہ دس برسوں میں راقم نے امام احمد رضا کی سیرت کے مختلف گوشوں پر

ترک موالات کے خلاف علیحدہ علیحدہ فتوے دیتے جو انگریزوں کے ایما سے لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کئے گئے۔ ۱

اس کے برخلاف ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اس ریسے کا اظہار فرمایا ہے :-
تھاڑی اور بریلوی مکاتب فکر کو کسی طرح بھی برطانیہ کے دلدادہ نہ تھے مگر وہ ہندوؤں کے حرائم کے بارے میں بہت ہی متشکک تھے اور اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ مسلم قیادت مہاتما گاندھی اور انڈین نیشنل کانگریس کے زیر نگیں ہو جائے۔ وہ اس حقیقت سے اور بھی حیران و پریشان تھے کہ مہاتما گاندھی کے منشور اور انڈین نیشنل کانگریس کی تجاویز کی حمایت و تائید کے لئے مفتیان اسلام قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی تلاش میں سرگرم عمل تھے۔ ۲

دبقیہ ماشید ملا، شہادت پیش کرنے سے قاصر ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے گا امام احمد رضا نے انگریزوں کی ایما پر بالواسطہ یا بلاواسطہ فتوے لکھا۔ (نوٹو اسٹیٹ کاپی، مملوکہ راقم الحروف) بالفرض ایک لمحہ کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امام احمد رضا نے انگریزوں کے ایما پر فتویٰ دیا تو ظاہر ہے کہ انسان کوئی اہم اور خطرناک کام کسی نہ کسی منفعت کے لئے کرتا ہے مگر جہاں تک تاریخی شواہد کا تعلق ہے امام احمد رضا کو حکومت برطانیہ کی طرف سے کوئی انعام نہیں ملا، پھر وہ تو اس تحریک کے دوران ہی ۱۹۲۱ء میں انتقال فرما گئے تھے، کم از کم ان کے صاحبزادگان کو انعامات سے نوازا جاتا مگر ایسی ہی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ بلاشبہ یہ علم تاریخ کے عجائبات میں سے ایک العجب ہے کہ جو زندگی کے کسی مرحلے پر انگریزوں کا خیر خواہ نہ بنا، اس کو خیر خواہ مشہور کیا گیا اور اس کے مخالفین جو کسی نہ کسی مرحلے پر انگریزوں کے خیر خواہ رہے، بدخواہ تسلیم کئے گئے۔

۱۔ نور شیدا احمد، پاکستان میں آئین کی تدوین، ص ۴۱

۲۔ اشتیاق حسین قریشی، علامہ ان پالیٹکس (انگریزی)، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۲ء،

ان حقائق کے پیش نظر راقم نے اپنی تالیف فاضل بریلوی اور ترک موالات کے دوسرے
 اڈیشن میں پروفیسر محمد ایوب قادری کے خیال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا :-
 پاکستان کے ایک قلم کار پروفیسر محمد ایوب قادری نے ایک جگہ یہ
 عجیب اظہار خیال فرمایا ہے ۔ ۷

راقم نے یہ اڈیشن اپنے ایک دیرینہ کرمفرما کوارسال کیا۔ موصوف حکومت پاکستان
 کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں۔

کرمفرمائے موصوف نے راقم کی کتاب پڑھ کر جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ اعلیٰ طبقے کے
 اندیشوں اور غلط فہمیوں کی نشاندہی کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں :-

اگرچہ آپ نے ص ۵ پر پروفیسر محمد ایوب قادری کا ”عجیب اظہار خیال“
 نقل کیا ہے لیکن ان کے اس وزنی اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ اگر یہ سنگین
 الزام ثابت ہو جائے کہ انگریزوں کے ایما و پر فاضل بریلوی نے ترک موالات
 کے خلاف فتوے دیا تھا تو یہ عند اللہ بہت بڑا جرم ہوگا کیونکہ دنیا میں
 انگریزوں سے بڑھ کر مسلمانوں اور اسلام کی دشمن اور کوئی قوم نہیں ہوتی، تاریخ
 کے اوراق گواہ ہیں، لہذا اگر سیاسی غلامی سے نجات کی خاطر اہل ہندوستان
 میں مسلمان، ہندو، سکھ وغیرہ نے سیاسی گٹھ جوڑ کیا تو یہ شرعی طور پر ہندو مسلم
 اتحاد نہیں بنتا جس کے خلاف فاضل بریلوی نے اپنا زور قلم صرف کیا اور
 دیگر علماء از قبیل مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ نے فتوے دیئے.....
 آپکو چاہیے تھا کہ تاریخی اور دستاویزی شواہد سے

۷ اس کا پہلا اڈیشن مرکزی مجلس رضا (لاہور) نے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا۔ اس کے بعد تقریباً
 پانچ اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مستعد

۷ محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء، ص ۷

اس سنگین الزام کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتے۔ فاضل بریلوی کی علیت
 اظہر ہے، اخلاص اور نیک نیتی ثابت کرنی چاہیے تھی تاکہ جو الزام پر وفیر
 قادری نے کسی مضبوط وجہ سے لگایا اس کا رد ثابت ہوتا۔ — ۲

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں :-

ہندوستان کو غلامی سے آزاد کرنے کی خاطر اگر متفقہ طور پر کوئی اقدام
 اٹھایا گیا تو کیوں معیوب ٹھہرا جب کہ دوسری طرف سے انگریزوں کی ایما
 پر عالمان شریعت عظام دنیا کی خاطر اپنا ایمان بیچ ڈالیں۔ — ۳

ان خیالات کا اظہار ۱۹۴۳ء میں کیا گیا تھا الزام کا جواب اس لئے نہ لکھا گیا کہ راسم
 بے بنیاد الزامات کے تعاقب میں نہیں پڑتا اور تعمیری و تخلیقی اور مثبت کام کو فوقیت
 دیتا ہے کیوں کہ بالعموم دیکھا یہ گیا ہے کہ قبول حق کے بجائے مخالف نئے ہتھیاروں سے
 مسلح ہو کر میدان میں آنے کی کوشش کرتا ہے، اس کی کوشش ہمیشہ منفی رہتی ہے،
 مثبت نہیں، اپنی بات نبھانے کے لئے ہزار عین کرتا ہے۔ اس لئے الزامات کے
 تعاقب سے مخالف کو پریشان کرنے اور مصروف رکھنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا
 حالانکہ اختلاف رائے کی قدر کی جانی چاہیے لیکن بعض دانشوروں کا حال تو یہ
 ہے کہ اختلاف رائے کی وجہ سے دوستی و محبت کو بالائے طاق رکھ کر مخالفت

۱۔ مکتوب کے تیور بتا رہے ہیں کہ جانب دیگر بھگاؤ ہے۔ پھر مدعی کے ساتھ یہ رعایت کہ شہادت
 سے مستغنی کر دیا گیا اور مدعا علیہ پر یہ شدت کہ شہادتیں طلب کی جا رہی ہیں۔ ایک طرف یہ سو زطن کہ
 کہ انگریزوں کے ایما پر فتوے لکھا گیا اور دوسری طرف یہ حسن ظن کہ کسی مضبوط وجہ سے الزام لگایا گیا۔
 اس سو زطن اور حسن ظن میں مطالعہ سے زیادہ کردہ پروپیگنڈے کا دخل ہے۔ مسعود

۲۔ مکتوب نمبر ۱۲ اپریل ۱۹۴۳ء از کراچی

۳۔ ایضاً نوٹس :- اب بات کھل کر سامنے آگئی جس الزام کے لئے دلائل و شواہد کی طلب

تھی اب وہ بے دلیل تسلیم کر لیا گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

پر اترتے ہیں، گویا تاریخی حقائق بھی کوئی عقائد میں کہ ان سے اختلاف کرنے والا گروہ زندگی قرار پائے۔ راقم الحروف تاریخی حقائق اور عقائد دونوں کو الگ الگ خانوں میں رکھنے کا قائل ہے۔ اختلاف رائے کی صورت میں دلائل و براہین سے قائل کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ تاریخ کو تاریخ کے مقام پر رکھا جائے لیکن اگر عقیدے کا وجہ دے دیا گیا اور اس پر اصرار کیا گیا کہ ”مستند ہے میرا فرمایا ہوا“ تو بات بگڑتی جائے گی اور ضد بحث کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا جس سے سوائے تلخیوں اور افتراق کے کچھ حاصل نہیں اسی لئے راقم نے خود کو مثبت تحقیقات کیلئے وقف کر رکھا ہے گو بعض طبائع پر یہ بھی گراں ہے۔ اپنے طبعی میلان کی وجہ سے ۱۹۷۳ء سے اب تک امام احمد رضا پر اس الزام کے خلاف تفصیلاً کچھ نہ لکھا لیکن بہتان طرازی اور الزام تراشی کا سلسلہ ختم نہیں ہوا اور حقائق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے خود دانشوروں کو گو گو کے عالم میں پایا بلکہ بعض دانشوروں کو الزام تراشی کی اس مہم میں سرگرم عمل پایا تو اس طرف متوجہ ہونا پڑا۔ امام احمد رضا کے مخالفین کے لئے نہیں کیوں کہ مخالفت جب عقیدہ راسخ بن جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں سوائے قلمی ہدایت کے۔ جو کچھ لکھا گیا ان دانشوروں کے لئے جو کچھ جاننا چاہتے ہیں اور ان جوانوں کے لئے جو تاریخ کی سچی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں اُمید ہے کہ یہ مقالہ حق پسند طبیعتوں کے لئے کافی و کافی و شافی ہوگا۔ مولا تعالیٰ ہم سے یہی صورت حال راقم کو دلپیش ہے، ایک دیرینہ کرمفرما جو بفضلہ تعالیٰ پی۔ ایچ۔ ڈی بھی ہیں راقم سے اس لئے خوش نہیں کہ امام احمد رضا برکیوں تحقیق کرتا ہے، چنانچہ وہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

”کیا امام احمد رضا خاں کے علاوہ آپ کسی اور موضوع پر لکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے؟“

(مکتوب نمبر ۳۶، نومبر ۱۹۸۰ء، از اسلام آباد)

شاید ان کے علم میں نہیں کہ گذشتہ ۲۴ سالوں میں راقم ایک سو سے زیادہ موضوعات پر قلم اٹھا چکا ہے۔ مسعود

سب کو قبول حق کی توفیق خیر رفیق عطا فرمائے اور صراطِ مستقیم پر ہدایت فرمائے۔ آمین
بجاہ سید سلیم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

پرنسپل

گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹہ

۹ دسمبر ۱۹۸۰ء

(سندھ، پاکستان)



مشمولات

آفتاب آمد
۱۵-۲۰

۱- معاشرت و مذہب
۲۲ ————— ۳۲

- امام احمد رضا کے عہد شباب کا ایک اہم فتویٰ
○ انگریز عورتوں سے شادی کرنے سے احتراز لازم ہے
○ انگریزوں کے ذبیحہ سے پرہیز ضروری ہے
○ قرآن کریم پر عیسائی پادری کا اعتراض اور امام احمد رضا کا جواب
- ۲- حکومت عدالت
۳۲ ————— ۴۱

- حکومت برطانیہ سے غیر شرعی معاہدے کے خلاف امام احمد رضا کا تعاقب۔
○ انگریزی حکومت سے نفرت
○ مولانا معین الدین اجمیری کی شہادت
○ ملکہ وکٹوریہ، ایڈروڈ ہفتم اور جارج پنجم کی تصویروں سے نفرت
○ انگریزی عدالت سے نفرت

۳۔ تعلیم و تہذیب

۴۱ — ۴۵

- انگریزی تعلیم سے نفرت
- انگریزی تہذیب سے نفرت
- مولانا حامد رضا خاں کی انگریزی تہذیب پر سخت تنقید

۴۔ فکر و خیال

۴۵ — ۴۷

- نیوٹن پر تنقید
- البرٹ آئن اسٹائن پر تنقید
- البرٹ اینٹ - پورٹا پر تنقید

۵۔ مونیڈین، مقلدین، مجہین نصاریٰ

۴۷ — ۵۲

- مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف امام احمد رضا کا رسالہ
- برادر احمد رضا، مولانا حسن سبحان کا رسالہ
- فرزند احمد رضا، مولانا حامد رضا خاں کا رسالہ
- تحریک ختم نبوت میں امام احمد رضا کے متبیین کا کردار
- سرسید احمد خاں پر تنقید
- ندوة العلماء پر تنقید

۶۔ خلوت و جلوت

۵۲ — ۵۵

- انگریزی کی صورت سے نفرت
- برادر مجاہد جنگ آزادی مولانا عبدالغفار بدایونی سے محبت

شہید جنگ آزادی مولانا کفایت علی کافی سے اُفت

۷۔ الزامات و اسباب الزامات

۵۵ — ۶۴

○ تحریک خلافت اور امام احمد رضا

○ تحریک ترک موالات اور امام احمد رضا

○ ہندوؤں کی قیادت سے امام احمد رضا کی بیزاری

۸۔ جواب و تصدیق جواب

۶۴ — ۶۶

○ امام احمد رضا کا تاریخی جواب

○ محمد جعفر شاہ پھلواری کی گواہی

○ سید الطائف علی بریلوی کی گواہی

۹۔ حقائق و شواہد

۶۶ — ۷۴

۱۰۔ ماخذ و مراجع

۷۴ — ۷۸



آفتاب آمد

نصاری، نصرانی افکار، نصرانی تہذیب و تمدن کے خلاف امام احمد رضا
کے اقوال و افکار — اور معاصرین کی تائید۔



(۱)

نصاری باعتبار حقیقت لغویہ بلاشبہ مشرکین ہیں کہ
وہ بالتقطع قائل بہ بتسائیت و نبوت ہیں۔

داماد احمد رضا: اعلام الانام بان ہندوستان دارالاسلام مصنف ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹ء
مطبوعہ بریلی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۲۷ء

(۲)

اللہ اللہ یہ قوم! یہ قوم، سرسروم — یہ لوگ، یہ لوگ
جنہیں عقل سے لاگ نہیں جنہیں جنون کا روگ — یہ اس
قابل ہوتے کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان کی لغویات پر کان
دھریں! انا للہ وانا الیہ راجعون!

داماد احمد رضا: التصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام مصنف ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء

مطبوعہ لاہور، ص ۱۹ - ۲۰

(۳)

انگریزی اور بے سود تفریح اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین ،
دنیا میں بھی نہیں پڑتا ، صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این و آں مہلا
میں مشغول ہو کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا
نہ ہو ، وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے ۔

(امام احمد رضا : الحجۃ الموتئمہ فی آیتہ الممتحنہ (مصفحہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء) مطبوعہ لاہور
۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء ، ص ۹۳)

(۴)

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام ، اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز
مکروہ کھرمی قریب بھرام ، واجب الاماواہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے
تو گنہگار ، مستحق عذاب ۔ والعیاذ باللہ العزیز العفار

(امام احمد رضا : العطا یا النبویہ فی الفناوی الرضویہ ، جلد سوم ، مطبوعہ لائل پور ، ص ۲۲۴)

(۵)

انگریزوں کی تقلید اور فیشن وغیرہ سے آزادی اور دہریت و پھرتیت سے نجات، بہت دل خوش کن کلمات ہیں۔۔۔ خدا ایسا ہی کرے!۔۔۔ مگر یہ صرف ترک امداد و الحاق سے حاصل نہیں ہو سکتے، اُس آگ کو بجھانے سے طیں گے جو سید احمد خاں نے لگائی اد اب تک بہت سے لیڈوں میں اس کی پیشیں مشتعل ہیں۔

(امام احمد رضا، الحجۃ المومنین فی آیتہ الممتحنہ، مطبوعہ لاہور، ص ۹۳)

(۶)

ترک موالات کی تحریک جب تک زوروں پر رہی، مجھے فاضل بیٹوی رحمہ اللہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔۔۔ ترک موالاتیوں نے ان کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ نعوذ باللہ وہ سرکارِ برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترک موالات کی مخالفت پر مامور۔

دراصل ہر زور میں کسی کو بدنام کرنے کے لئے کوئی چلتا ہوا اصطلاحی لفظ اختیار کر لیا جاتا ہے جس کے تماشے میں اپنی زندگی میں بہت دیکھ چکا ہوں۔

(شہرکی تحریک ترک موالات، محمد جعفر شاہ پھلواری بحوالہ خیابانِ رضا، قلمی مرتبہ محمد مرید احمد چشتی، مخزنہ جامو نظامیہ لاہور)

(۷)

سیاسی نظریے کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بلاشبہ
حریت پسند تھے، انگریزی اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔
مشمول العلماء، قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے
صاحبزادگان مولانا حامد رضا خان، مصطفیٰ رضا خان صاحب کو کبھی تصور
بھی نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً راہ و رسم
نہ تھی۔

{ معاصر امام احمد رضا، سید الطاف علی بریلوی، سیکرٹری جنرل آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس
کراچی بحوالہ اخبار جنگ کراچی، شماره ۲۵ جنوری ۱۹۶۹ء، ص ۶، ک م ۵۱ }

(۸)

لعنة الله على المستذنبين جس نے ایسا کیا ہو اس پر قیامت تک اللہ
جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں
کی لعنت ہو !

(امام احمد رضا، بحوالہ ماہنامہ السواد الاعظم (مراد آباد) شماره جمادی الاول ۱۳۳۹ھ
۱۹۲۰ء، ص ۳۰)

کتابِ بے گناہی





گناہ بے گناہی

جب کسی قوم سے محبت ہوتی ہے، اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔
 اس کے مذہب سے محبت، اس کی معاشرت سے محبت، اس کی حکومت سے محبت،
 اس کی عدالت سے محبت، اس کی تعلیم سے محبت، اس کے نظام تعلیم سے محبت،
 اس کی تہذیب و تمدن سے محبت، اس کے افکار و خیالات سے محبت، اس کے
 پروردگاروں سے محبت، اس کے مقلدوں سے محبت، اس کے مددگاروں سے محبت،
 اس کے چاہنے والوں سے محبت، اس کی شکل و صورت سے محبت۔
 کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا انگریز کو چاہتے تھے، اس سے محبت کرتے
 تھے، اس کے اشاروں پر چلتے تھے۔ مگر شواہد کو کھنگالا گیا اور حقائق کا
 مشاہدہ کیا گیا تو اس چاہت و محبت کا دور دور پتا نہ چلا۔ ہاں جس
 نے الزام لگایا اس کا دامن داغدار نظر آیا اور جس پر الزام لگایا وہ بے داغ نظر آیا
 یہ وہ مقام ہے جہاں حیرت کو حیرت ہے!۔
 ہر پہلو سے دیکھا انگریزوں کے ساتھ دوستی و محبت کی جھلک تک نظر نہ آئی۔
 آئیے حقائق کے چہروں سے پرہ اٹھائیں، آپ بھی دیکھیں اور ہم بھی دیکھیں،
 ان شکوک و شبہات کا ازالہ کریں جو عرصہ و راز سے دل و دماغ میں پرورش
 پا کر راسخ ہو چکے اور بدظنی و بدگمانی کے ان تاریک غاروں میں لے گئے جہاں ہماری
 آنکھوں سے بصارت کم ہو گئی اور ہمارے دلوں سے بصیرت۔

① معاشرت و مذہب

معاشرتی لحاظ سے نصاریٰ کی عورتوں سے شادی بیاہ اور ان کے ذبیحہ کو اسلام میں حلال قرار دیا گیا ہے۔۔۔ ایسی صورت میں ایک ایسے عالم سے جو انگریزوں کا دل سے خبیث خواہ ہو یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ شریعت اسلامیہ کے اس حکم کو انگریزوں کے لئے ضرور جائز قرار دیتا لیکن شواہد سے جو حقیقت ثابت ہو رہی ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

امام احمد رضا کے عہد شباب میں جب کہ آپ کی عمر ۲۲ سال کی ہوگی ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء میں بدایوں کے ایک مستفتی مرزا علی بیگ نے ایک استفسار پیش کیا جس میں مندرجہ ذیل تین سوالات ہیں۔

- ۱۔ پہلا سوال ہندوستان کے دارالحدیث یا دارالاسلام ہونے سے متعلق ہے۔
 - ۲۔ دوسرا سوال یہود و نصاریٰ کے بارے میں ہے کہ وہ کتا بی ہیں یا مشرک ہے۔
 - ۳۔ تیسرا سوال روافض و متبعین کے بارے میں ہے کہ وہ مرتد ہیں یا نہیں۔
- پہلے سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے کیونکہ دارالحدیث وہ ہے جہاں شریعت اسلام کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں اور ہندوستان میں یہ صورت نہیں اس لئے یہ دارالاسلام ہے۔۔۔ یہ فتویٰ خالصتہً فقہی ہے یہاں

۱۔ احمد رضا، اعلام الاعلام بانہدوستان دارالاسلام، مطبوعہ بریلی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۶ء ص ۱۰۲

۲۔ ایضاً، ص ۱۰۶-۱۵

۳۔ ایضاً، ص ۱۵-۲۳

نہیں کیونکہ اس جواب میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں جس سے یہ ادنیٰ گمان ہو سکے کہ یہ انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے لکھا ہے حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جب لوگ بھی انگریزوں کے دل سے وفادار تھے جو بعد میں اس کے مقابل آتے۔ ہمارے اس خیال کی توثیق دوسرے سوال کے جواب سے ہوتی ہے جو آگے آتا ہے۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں بعض علماء و ائمہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر یہ چاہتے تھے کہ سود کی جواز کی صورت نکل آئے کیوں کہ دارالحرب میں حربی سے سود لینا جائز ہے۔ جواب میں امام احمد رضا نے ایسے لوگوں کا تعاقب کیا ہے اور لکھا ہے کہ دارالحرب قرار دینے کو سود لینے کو تیار ہیں مگر ہجرت کو تیار نہیں جو بصورت دارالحرب واجب ہے۔ گویا جواب کا اصل محرک سود کے عدم جواز کے لئے شرعی بنیاد فراہم کرنا ہے نہ کہ کسی کو خوش کرنا۔ مولانا اشرف علی تھانوی بھی اس مسئلے میں امام احمد رضا کے ہم نوا تھے۔

۱۔ سر آلفرڈ لائل نے لکھا ہے کہ تمام سیاسی یا غیر سیاسی جماعتوں کے لوگ،،
 ”تاج برطانیہ کے ساتھ غیر متزلزل وفاداری رکھنے میں متحد القلوب ہیں۔“

(آلفرڈ لائل، ہندی مملکت کا عروج و زوال، حیدرآباد دکن ۱۹۳۳ء)

۲۔ اشرف علی تھانوی: تمذیر الاخوان عن الربوئی الہندوستان، مطبوعہ تھانہ بھون (۱۳۲۲/۱۹۰۵ء)
 نوٹ: مولانا محمد قاسم نالوتوی غیر منقسم ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے میں متذبذب نظر آتے ہیں۔

(مکتوب قاسم العسطلوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴ء) ص ۳۶۴

مولانا فذیر حسین نے ہندوستان کو دارالامان قرار دیا ہے۔

(فضل حسین بہاری، النجات بعد الممات مطبوعہ کراچی، ص ۱۳۴)

مولانا عبدالحسین لکھنوی زنگی محل نے ایک فتویٰ میں فرمایا ہے کہ بلاد ہند دارالحرب نہیں۔

(عبدالحسین، مجموعہ فتویٰ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء ج ۱ - ص ۳۰۲)

مولانا محمد الحسن بھی ہندوستان کو ایک حیثیت سے دارالحرب قرار دیتے ہیں مگر

دوسری حیثیت سے دارالاسلام (حسین احمد، سفرنامہ شیخ الہند، مطبوعہ لاہور، ص ۱۶۶) بقیہ ص ۲۶

دوسرے سوال کے جواب میں امام احمد رضا نے جو کچھ فرمایا وہ قابل توجہ ہے۔ اس سے سارے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں :-
 نصاریٰ باعتبار حقیقت لغویہ ————— بلاشبہ مشرکین ہیں
 کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث و نبوت ہیں، اسی طرح وہ یہود جو الوہیت
 و انبیت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل تھے۔ لے
 اس کے بعد لکھتے ہیں :

مگر کلام اس میں ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ نے کتب آسمانی کا اجلال فرما کر
 جن یہود و نصاریٰ کے احکام کو احکام مشرکین سے جدا کیا اور ان کا نام اہل
 کتاب رکھا اور ان کے نساہ و ذبائح کو حلال و مباح ٹھہرایا۔ آیا نصاریٰ
 زمانہ بھی کہ الوہیت عبداللہ بن مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کے علی الاعلان تصریح
 اور وہ یہود جو مثل بعض طوائف ماضیہ، الوہیت۔ بندہ خدا عزیر علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کے قائل ہوں، انہیں میں داخل اور اس تفرقہ کے مستحق ہیں یا
 ان پر شریعہ جاری ہوگی اور ان کے نساہ سے تزیج
 اور ذبائح کا تناول ناروا ہوگا ؟ لے

یہ سوال اٹھانے کے بعد امام احمد رضا نے علماء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ بعض نے
 ایسے نصاریٰ و یہود کو کتابیوں میں شامل کیا ہے اور ان پر احکام مشرکین کے اجراء
 سے منع کیا ہے اور بعض نے ان کو مشرکین میں شمار کیا ہے اور ان پر احکام مشرکین جاری
 کئے ہیں۔ ————— اگر امام احمد رضا انگریزوں کے ذمہ برابر بھی خیر خواہ ہوتے تو وہ

(بقیہ حاشیہ ص ۲۵) امام احمد رضا کے فتاویٰ میں تذبذب کا عالم نظر نہیں آتا، بقول ڈاکٹر محمد اقبال وہ جو کچھ کہتے
 ہیں نہایت غور و خوض کے بعد کہتے ہیں۔ بالکل واضح، جہتی اور قطعی فیصلہ دیتے ہیں۔ مسعود

لے احمد رضا: اعلام الاعلام، ص ۹

لے ایضاً، ص ۹-۱۰

یقیناً اختلاف علماء سے فائدہ اٹھاتے، انگریزوں کو کتابوں میں شامل کرتے اور ان پر احکام مشرکین جاری نہ کرتے لیکن نہیں انہوں نے حد درجہ تقویٰ سے احتیاط سے کام لیتے ہوئے اُس وقت اپنا یہ فیصلہ صادر فرمایا جب کہ انگریزوں کے خلاف رائے دینا سخت خطرناک تھا۔ انہوں نے احکام شرع کے اجراء و نفاذ میں کبھی اپنے اور بیگانے کی پرواہ نہ کی اور ہمیشہ شریعت ہی کا پاس و لحاظ رکھا اور یہی ایک حق گو مفتی کا طرہ امتیاز ہے۔ امام احمد رضا نے انگریزوں کے بارے میں اپنا یہ فیصلہ صادر فرمایا۔

تاہم جب علماء کا اختلاف ہے اور اس قول پر فتوے بھی منقول ہو چکا تو احتیاط اس میں ہے کہ نصاریٰ کے نسا و ذبائح سے احتراز کرے اور اگر آجکل بعض یہود بھی ایسے پائے جاتے ہوں جو عزیر علیہ الصلوٰۃ السلام کو اہلیت میں تو ان کے زن و ذبیحہ سے بھی بچنا لازم جانیں کہ ایسی جگہ میں اختلاف ائمہ میں پڑنا محتاط آدمی کا کام نہیں۔ اگر فی الواقع یہود و نصاریٰ کتابی ہی ہوتے تاہم ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کے تناول میں ہمارے لئے کوئی نفع نہیں، نہ شرعاً ہم پر لازم کیا گیا، نہ بحمد اللہ ہمیں اس کی ضرورت بلکہ بر تقدیر کتا بیت بھی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بے ضرورت احتراز چاہیے۔۔۔۔۔ اور اگر انہیں علماء کا مذہب حق ہو اور یہ لوگ بوجہ اپنے اعتقادوں کے عند اللہ مشرک ٹھہرے تو پھر نکاح زمانے محض ہوگا اور ذبیحہ حرام مطلقاً والعیاذ باللہ! تو عاقل کا کام نہیں کہ ایسا فعل اختیار کرے جس کے ایک جانب نامحمود اور دوسری جانب حرام قطعی ہے

ان اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ امام احمد رضا ابتداء ہی سے یہودیوں اور

عیسائیوں سے ترک موالات کے قائل تھے اور اس معاملے میں جذباتیت سے زیادہ حقیقت پسندانہ نظریہ رکھتے تھے۔ اختلاف تھا تو یہ اور اصرار تھا تو یہ کہ اس مقصد کو حاصل کرنے لئے حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کیا جائے اور اس کے نتیجے میں مشرکین ہند سے دوستی نہ کی جائے۔

امام احمد رضا نے عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں کے افکار و خیالات میں مداخلت اور قرآن و حدیث پر اعتراضات کو کبھی برداشت نہیں کیا بلکہ بروقت اس کا تعاقب کیا چنانچہ ایک عیسائی پادری نے اعتراض کیا کہ قرآن مجید میں تو یہ ہے کہ زچہ کے پیٹ کا حال کوئی نہیں جانتا کہ لڑکی ہے یا لڑکا، حالانکہ ہم نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جس سے یہ راز سرسبہ معلوم ہو جاتا ہے۔ پادری مذکور کا یہ اعتراض ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۶ء میں قاضی عبدالوجید نے ایک استفتاء کی صورت میں پٹنہ سلاسل کیا اور جواب کے لئے تعجیل کی درخواست کی کہ پادری کی باتوں سے ایک مسلمان کے ایمان میں شک و شبہ پیدا ہو ہے اور اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مرتد نہ ہو جائے۔ امام احمد رضا نے اس استفتاء کے جواب میں مندرجہ ذیل عنوان سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا :-

الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام

۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۶ء

اس سال میں امام احمد رضا نے مسئلے کے ہر پہلو پر بڑی سٹافی بحث فرمائی ہے اور قاہرہ دلائل پیش کئے ہیں اور آخر میں عیسائیوں کے بے سرو پا عقائد پر سخت تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

سبحن اللہ! اللہ کہاں! رب السموات والارض

عالم الغیب والشہادہ سبحنہ وتعالیٰ اور کہاں

کوئی بے تمیز، لونگا، ہیولی، ہتبعہ، ناپاک، ناشائستہ، کھڑے

ہیں کہ از کہ بریدی و پاکہ پیوستی؟

خدا انصاف — وہ عقل کے دشمن، دین کے رہن، جہنم کے کوذن،
 ایک اور تین میں فرق نہ جانیں — ایک خدا کے تین ماہیں
 پھر ان تین کو ایک ہی جانیں — بے مثل، بے کفو
 کے لئے جو رو بتائیں، بیٹا ٹھہرائیں — اس کی پاک بندی
 — ستھری، کنواری، پاکیزہ بتوں مریم پر ایک بڑھئی کی جو رو ہو
 کی تہمت لگائیں — پھر خاندان کی حیثیت، خاندان کی موجودگی میں
 بی بی کے جو بچہ ہو، اسے دوسرے کا گائیں — خدا اور خدا کا بیٹا
 ٹھہرا کر، ادھر کافروں کے ہاتھ سے سولی دلوائیں، ادھر آپ اس کے خون
 کے پیاسے، بوٹیوں کے بھوکے، روٹی کو اس کا گوشت بنا کر، در در
 چبائیں — شراب ناپاک کو، اس پاک معصوم کا خون ٹھہرا کر
 غٹ غٹ چڑھائیں — دنیا یوں گزری — ادھر موت
 کے بعد کفارے کو اسے بھینٹ کا بکرا بنا کر جہنم بھجوائیں — لعنتی
 کہیں ملعون بنائیں — اے سبحان اللہ! —
 اچھا خدا، جسے سولی دی جلاتے — عجب خدا،
 جسے دوزخ جلاتے — طرفہ خدا، جس پر لعنت آئے، جو بکرا
 بنا کر بھینٹ دیا جلاتے — اے سبحان اللہ!
 باپ کی خدائی اور بیٹے کی سولی — باپ
 خدا، بیٹا کس کیفیت کی مولی؟ — باپ کے جہنم کو بیٹے ہی
 سے لاگ — مسکرتوں کی چھٹی، بے گناہ پر آگ —
 متی، ناجی — رسول، ملعون — معبود پر لعنت۔

بندے مامون، تفت تفت! ————— وہ بندے جو اپنے
 ہی خدا کا خون چوسیں ————— اس کے گوشت پر دانت رکھیں
 ————— اُن اُن! ————— وہ گندے جوا بیار و رسل پر وہ
 الزام لگائیں کہ بھنگی چار بھی جن سے گھن کھائیں ————— سخت، فحش،
 بیہودہ کلام گڑھیں اور کلام الہی ٹھہرا کر پڑھیں ————— زہ زہ بندگی!
 ————— نہ خیر تعظیم! ————— یہ یہ تہذیب! —————

وَقَدْ تَعْلِمُ! ————— لے
 پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :-

اللہ اللہ! ————— یہ قوم ————— یہ قوم! ————— مسر سر لوم
 ————— یہ لوگ ————— یہ لوگ جنہیں عقل سے لاگ، جنہیں
 جنوں کا روگ ————— یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں
 اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں؟
 اِنَّا لَبَدِّدٌ اِنَّا لَبَدِّدٌ رَا جَعُونَ! —————

جس سے محبت ہوتی ہے اُس کا اس طرح ذکر نہیں کیا جاتا ————— اُس پر اس طرح
 نہیں برسایا جاتا ————— اُس کے عقائد و افکار کی اس طرح دھجیاں نہیں اڑائی جاتی
 ————— اُس پر اس طرح ملامت و تفریہ نہیں کی جاتی —————!

انجلی احمد رضا: الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الادعاع، مطبوعہ دہلی ۱۹۰۲ء

نوٹ: جو حضرات ادب کی گہرائیوں سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ قلم میں یہ روانی اور فکر کی
 یہ جوانی برسوں ریاضت کے بعد پیدا ہوتی ہے اور وہ بھی شاذ و نادر

امام احمد رضا یہاں صفتی سے زیادہ قاور الکلام ادیب معلوم ہوتے ہیں، صفتیوں میں قاور الکلامی
 عنقا ہے۔

قوم پرست مسلمان علماء و دانشوروں کو کفار و مشرکین ہند سے تعلق خاطر تھا تو انہوں نے اپنی کتابوں میں اپنے مسلمان مخالفین کے مقابلے میں کفار و مشرکین کا ذکر عزت و احترام بلکہ عقیدت سے کیا ہے، تاریخ و سیاست ہند پر ان کی تصانیف میں ایسے بہت سے نظائر مل جائیں گے مگر امام احمد رضا نے اپنی کسی تصنیف میں کسی غیر مسلم کا ذکر عزت و احترام سے نہیں کیا۔

امام احمد رضا شریعت اسلامیہ کے خلاف انگریز تو انگریز، انگریزی حکومت کی بھی بات ماننے کو تیار نہ تھے۔ چنانچہ مسجد کانپور کا واقعہ اس حقیقت پر گواہ ہے۔

۱۹۱۳ء میں پھلی بازار، کانپور کی مسجد کا ایک حصہ مسجد کے پاس سے سڑک نکالتے وقت جب حکومت نے سڑک میں دبایا تو اس پر مسلمانوں کی طرف سے سخت احتجاج ہوا حتیٰ کہ گولی چلی اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے آخر کار ۱۶ اگست ۱۹۱۳ء کو مسلمان معززین کا ایک وفد جس میں مولانا عبدالباری فرنگی محل، راجہ صاحب محمود آباد اور سہر ضا علی وغیرہ شامل تھے، لفٹیننٹ گورنر سے ملا۔ اور پھر ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو ان حضرات نے مسلمان قوم کی طرف سے دائرہ ہند سے چند شرائط پر مطلع کر لی، جن میں ایک شرط یہ تھی :-

چونکہ مسجد کی سطح زمین سے کئی فٹ بلند ہے اس لئے جس جگہ غسل خانے واقع تھے وہ بدستور تعمیر کر لئے جائیں گے لیکن نیچے کی زمین پر فٹ پاتھ بنا دیا جائے گا تاکہ راہ رواں پر سے گزر سکیں۔

اس معاہدے کے سلسلے میں جب مولوی محمد سلامت اللہ صاحب (نامب منعم) مجلس مؤید الاسلام نے ۳۰ ذیقعد ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء کو فرنگی محل (لکھنؤ) سے ایک استفتا بھیجا۔ امام احمد رضا کی طرف سے جواب استفتا میں چند امور کی وضاحت طلب کی گئی تاکہ کوئی بات ٹھکی چھپی نہ رہے، تحقیق و تفتیش کے بعد فتویٰ صادر کیا گیا، اس میں

نہ انگریزی حکومت کی رعایت کی اور نہ اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محل کی۔ امام احمد رضا انگریز کو تو خاطر میں نہ لاتے تھے البتہ دوست کا پاس خاطر نہ دہی تھا مگر اس کی پرواہ کئے بغیر فیصلہ نافذ فرمایا۔ خود تحریر فرماتے ہیں :-

میں نے ایک مدت تک تعویق کی، اخبارات منکافر دیکھے کہ نظر بواقعات اس کاروائی کی، کوئی صحیح تاویل پیدا ہو سکے، مگر افسوس کہ جتنا خوش و نصیبی سے کام لیا، اسکی شامت ہی بڑھتی گئی، ناچار جواب خلاف احباب دینا پڑا کہ نظر ہا حق لازم تھا، عالم مذکورہ عبدالباری، اسے مراسم عدم حفظ حرمت اسلام و رفع غلط فہمی عوام پر بحمد اللہ تعالیٰ غالب نہ آسکتے تھے۔ اے

چوں کہ یہ شرط مسند اسلامی "وقت بالعوض یا بلا عوض قابل انتقال نہیں" کے خلاف تھی اس لیے امام احمد رضا نے انگریز لفٹیننٹ گورنر کی پرواہ کی اور نہ والسرائے ہند کی۔ اور نہ اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محل کی۔

② عدالت و حکومت

امام احمد رضا انگریزی عدالتوں سے سخت متوحش تھے، وہ انگریزی عدالتوں میں چارہ جوئی کو اسلامی اور معاشی نقطہ نظر سے مہلک تصور کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء میں امام احمد رضا نے مسلمانوں کے اصلاح حال کے لیے چند تدابیر پیش کی تھیں، ان میں پہلی تدبیر و تجویز کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے :-

اے احمد رضا : اہل المتواری فی مسالمة عبدالباری (۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء) مطبوعہ بریلی ص : ۸

نوٹ : اہل المتواری کی اشاعت اول کا ایک نسخہ مولانا اکبر حسین درس (کراچی) سے

دائم کو ملے۔ اس میں مولانا امجد علی کی تدریجی بعنوان قاضی الازہار من جامع الجزیات بھی شامل

ہے۔ یہ مجموعہ ۱۳۳۲ھ میں مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں سے چھپا۔ مسود

اولاً باستثناء ان محدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو، اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصلہ کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھٹنے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔ نئے پھر آگے چل کر مسلمانوں کی غفلت و بے خبری کا ذکر کرتے ہوئے اس تجویز پر عمل کا حال لکھتے ہیں :

اول یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلے میں اپنے دعوے سے کچھ بھی کمی نہ ہو تو منظور نہیں اور پکھری جا کر، اگر گھر کی بھی جائے، ٹھنڈے دل سے پسند۔ گرہ گرہ زمین پر طرفین سے دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں۔ کیا آپ ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں؟ پہل انہم منہتوں؟ اے امام احمد رضا نے یہ تجویز پیش کر کے ایک طرف مسلمانوں کو انگریزی عدالتوں میں جانے سے روکا ہے اور دوسری طرف انگریزوں سے ترک موالات کی ایک دائمی صورت بتائی ہے جس سے مسلمانوں کو نفع ہی نفع ہے اور نقصان کچھ نہیں۔ امام احمد رضا جذباتی ترک موالات کے قائل نہ تھے جس میں نقصان زیادہ ہوتا ہے، فائدہ کم

امام احمد رضا انگریزوں کی عدالتوں میں چارہ جوئی کو نہ صرف معاشی طور پر بُرا جانتے تھے بلکہ نینیت و غیرت اسلام کے منافی سمجھتے تھے کہ جس قوم میں فیصلے کیلئے قرآن و حدیث کو حکم بنا دیا گیا وہ خدا و رسول کے دشمنوں کی عدالت سے رجوع کر کے اسلام کو یوں رسوا کرے۔ چنانچہ جب مسئلہ اذان ثانی کے مسئلے پر ان کے ہم عقید اور کرم فرما علماء کے متبعین نے امام احمد رضا کے خلاف چارہ جوئی کا فیصلہ

کیا اور اس کی خیران کو ہوتی تو انہوں نے اپنے خلیفہ مجاز مولانا عبد السلام جبل پوری کو درود کرب کے ساتھ اس کی اطلاع دی اور لکھا۔

مخالفین عاجز آکر وہابیہ کی روش چلا چاہتے ہیں، نصاریٰ کے ہاں نامش!
 _____ وحسبنا اللہ نعم الوکیل! _____ دعا فرمائیں کہ مولیٰ سبحانہ

ان کو اس ارادہ سے معذور اور دیگر ارادات فاسدہ ایذا رسانی، آبروریزی سے
 جن پر ان کے یہاں جلسہ ہو کر جماع ہو گیا ہے، باز رکھے۔ آمین! لے

اور جب مخالفین نے انگریزی عدالت میں دعوے دائر کر دیا اور امام احمد رضا
 کے نام عدالت سے سمن جاری ہوا تو جو کچھ ہوا وہ ایک عینی شاہد سید الطاف علی
 بریلوی کی زبانی سنیتے :-

”اس طرح حضرت کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریزی عدالت میں نہ جائیں گے۔
 اس کا سب سے زیادہ مشہور واقعہ جو میرے مشاہدے میں آیا علمائے بدایین
 سے نماز جمعہ کی اذان ثانی مندرجہ بالا صحن مسجد ہونے کے مسئلے پر اختلاف
 تھا جس بنا پر مقدمہ بازی تک تو بہت پہنچی، اہل بدایین مدعی تھے اور انہوں
 نے اپنے ہی شہر کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا۔ مولانا صاحب کے
 نام عدالت سے سمن آیا، اس پر حاضر نہ ہونے تو احتمال گرفتاری کی بنا
 پر ہزاروں ہزار عقیدت کیش مولانا صاحب کے دولت کہے پر جمع

۱۔ محمد برہان الحق جبل پوری : اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء / ۱۳۰

۲۔ سید الطاف علی بریلوی، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے سیکرٹری جنرل اور سہ ماہی ”العلم“

کراچی کے مدیر ہیں۔ ابھی بقیہ حیات ہیں۔ کراچی میں رہتے ہیں، موصوف نے امام احمد رضا کا زمانہ پایا

اور ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔ خود تو مسلک بریلوی نہیں ہیں۔ البتہ ان کے امروں سید ارب علی رضوی

امام احمد رضا سے بیعت تھے اور مسلسل ۲۶ سال تک ان کے پیش کار رہے۔ سید صاحب نے چند باتیں چشم دید بیان

کی ہیں اور چند باتیں اپنے ماموں سے روایت کی ہیں۔ بہر حال تاریخی نقطہ نظر سے ان کا بیان مستند اور قابل توجہ ہے۔ نسو

ہو گئے، نہ صرف جمع ہوتے بلکہ اس پڑوس کی سڑکوں اور گلیوں میں باقاعدہ ڈیرے ڈال دیتے، رات دن اس عزم کے ساتھ چوکی ہونے لگی کہ جب وہ سب جان قربان کر دیں گے تو قانون کے کارندے مولانا کو ہاتھ لگا سکیں گے۔ اگر امام احمد رضا انگریزوں کے خیر خواہ ہوتے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی عدالت سے اس طرح نفرت کرتے اور یوں عزت و ناموس کو خطرے میں ڈالتے بلکہ بلاوا آتے ہی خوشی خوشی حاضر ہوتے۔ سید الطاف علی بریلوی نے غالباً اسی قسم کے شواہد کی بنا پر یہ رائے قائم کی ہے۔

سیاسی نظریے کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بلاشبہ حریت پسند تھے، انگریز اور انگریزی حکومت سے ولی نفرت تھی۔ شمس العلماء، قسم کے کسی خطاب و غیبہ کو حاصل کرنے کا ان کا یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں، مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً راہ و رسم نہ تھی۔

امام احمد رضا تو انگریزی عدالت سے نفرت کرتے ہی تھے، ان کے صاحبزادگان مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب اور مولانا حامد رضا خاں صاحب بھی نفرت کرتے تھے چنانچہ ایک مقدمے میں شہادت کے لیے مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں کو ایک ایسی عدالت میں بلا یا گیا جو بریلی سے ۲۰۰ میل دور واقع تھی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے امام احمد رضا اپنے خلیفہ مولانا محمد عبدالسلام جبل پوری کو لکھتے ہیں :-

معاملہ ممبری میں بھد اللہ میرا نام تو نہیں تھا مگر مصطفیٰ رضا کا نام شہود میں لکھوایا ہے۔ وہ بھد اللہ کپھری سے گھبراتا ہے۔ کل اس نے ایک طویل مضمون مجھے

لکھ کر دیا ہے کہ قانوناً ۲۰۰ میل کے فاصلے سے حاضر ہونا نہیں پڑتا۔ اے

اسی طرح مولانا حامد رضا خاں نے اپنے خطبہ صدارت (مراد آباد ۱۹۲۵ء) میں مقدمہ بازیوں پر سخت تنقید کی ہے اور فرمایا کہ اس کے ذریعے مسلمانوں کا مال و شمنوں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے جو اسلام کے خلاف استعمال کرتے ہیں :-

روزانہ پچھریوں میں سو کی ڈگریاں اور قریاں نکلتی رہتی ہیں اور مسلمانوں کے مال و شمنوں کے قبضے میں پہنچ کر اسلام کی مخالفت اور بیخ کنی میں صرف ہوتے ہیں۔ اے

امام احمد رضا انگریزی عدالت ہی سے نہیں انگریزی حکومت سے بھی نفرت کرتے تھے، وہ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے زمانے میں گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد دینے کے خلاف تھے حالانکہ خود ترک موالات کے بعض لیڈروں نے چند سال قبل ترکوں کے مقابلے میں انگریزوں کی حمایت میں مسلمان فوجی بھیجے۔ تحریک ترک موالات کے سرگرم رہنما مولانا معین الدین اجیری باوجود امام احمد رضا کی مخالفت کے یہ اعتراف کرتے ہیں،

ترک موالات کی ایک تجویز نمبر ۵ ایسی بھی ہے جس کو دونوں بزرگوں (مولوی اشرف علی اور مولانا احمد رضا خاں) نے تسلیم کیا ہے اور وہ یہ کہ گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد نہ دی جائے۔ اے

امام احمد رضا کو نہ صرف انگریزی حکومت بلکہ انگریزی بادشاہوں سے بھی نفرت تھی چنانچہ عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ وہ لغات پر ٹکٹ بھی اٹھا لگایا کرتے تھے، سید

۱۔ محمد برہان الحق جبل پوری، اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۹۲۵ء، ص ۱۴۱

۲۔ حامد رضا خاں، خطبہ صدارت، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۲۵ء، ص ۱۴

۳۔ معین الدین اجیری، کلمۃ الحق مطبوعہ دہلی ۱۹۲۱ء، بحوالہ

رئیس احمد جعفری، اداان گم گشتہ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۵۷

الطاف علی بریلوی لکھتے ہیں :-

بقول سید الحاج ایوب علی رضوی مرحوم (جن کو ۱۹۶۳ سال تک پیش کار رہنے کا
اد پر ذکر آچکا ہے) حضرت مولانا ڈاک کے ٹکٹ لگانے پر ہمیشہ اٹا لگاتے
تھے یعنی ملکہ و کٹوریہ، ایڈورڈ ہسٹم اور چارج پنجم کے سر نیچے۔
یہ اہتمام نہ صرف لغاتوں بلکہ بعض اوقات پوسٹ کارڈ پر بھی ملکہ اور بادشاہ کا سر نیچے
کی طرف رکھ کر اوپر تہ لکھتے تھے۔ حسن اتفاق سے مقالہ کی تیشیف کے دوران علامہ اقبال
اپنی نیو یورسٹی (اسلام آباد) کے پرنسپل براہر حسین صاحب کا خط آیا جس میں وہ تحریر
فرماتے ہیں :-

کل ایک طالب علم نے اعلیٰ حضرت کے خط کا عکس بھیجا ہے، اعلیٰ حضرت
کے پتے تحریر کرنے کا انداز بڑا دلچسپ ہے اور سیاسی نظریات کی ترجمانی
کرتا ہے، پتہ تحریر کرتے ہوئے آپ نے ملکہ کا سر نیچے رکھا ہے، یعنی
اٹلی طرف سے شروع کیا ہے۔

مکتوب مذکور کے چند روز بعد حکیم محمد موسیٰ امرتسری (صدر مرکزی مجلس فضائل ہور)
کا عنایت نامہ موصول ہوا جس میں اس خط کا عکس رکھا ہوا تھا۔ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی
کا جاری کردہ ایک پیسہ والا پوسٹ کارڈ ہے جس پر ملکہ و کٹوریہ کی تصویر بنی ہے، یہ
کارڈ یوم العرفہ ۱۳۱۳ھ (۲۴ مئی ۱۸۹۶ء) کو مدرسہ طیبہ، احمد آباد (بھارت) کے
مدرس، صاحب السیف اسلول مولانا نذیر احمد رام پوری (م ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء)
کے نام ارسال فرمایا جو ۲۷ مئی ۱۸۹۶ء کو احمد آباد پہنچا۔

امام احمد رضا کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ لغات پر زیادہ ٹکٹ لگا کر انگریزی حکومت
کو معمولی نفع بھی پہنچایا جاسکے۔ اس کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے :-

۱۔ اخبار جنگ کراچی، شمارہ ۲۵ جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۶، ک ۵

۲۔ مکتوب پرنسپل براہر حسین، شعبہ سائنس، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، عمرہ ۲۵ نومبر ۱۹۸۸ء

میرٹھ کے ایک دین دار بہت بڑے رئیس حاجی علاؤ الدین صاحب ایک سٹل
 کے استفسار کے سلسلے میں مولوی محمد حسین میرٹھی (موجہ طلسمی پرنس) کے ہمراہ امام احمد رضا
 کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت نے دریافت فرمایا کہ ”آپ کے خطوط آتے ہیں، ان میں ٹکٹ زیادہ
 لگے ہوتے ہیں، حالاں کہ ہمیں بجا آتا ہے“ — حاجی صاحب نے
 فرمایا کہ، حضور، ر کے ٹکٹ تو عام لوگوں کے خطوط میں لگائے جاتے ہیں،
 — فرمایا کہ، ”بلا وجہ نصابی کو روپیہ پہنچانا کیسا؟“ —

حاجی صاحب نے تسلیم کیا اور چھوڑنے کا وعدہ کیا۔ اے
 ایسے سکتے اور ٹکٹ جن پر تصویر میں بنی ہوں شرعاً ان کا رکنا جائز ہے کہ ضروریات
 زندگی میں ایک اہم ضرورت ہے لیکن امام احمد رضا نے اس معاملے میں رخصت پر
 نہیں عزیمت پر عمل کیا چنانچہ روز وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۲۱ھ / ۱۹۲۱ء کو وصال
 سے دو گھنٹے، ۱۰ منٹ قبل جو وصیت نامہ لکھوایا اس میں پہلے نمبر پر یہ وصیت ہے،
 را شروع نزع کے قریب کارڈ، لغافے، روپیہ، پسیہ کوئی تصویر
 اس دالان میں نہ رہے۔ اے

ظاہر ہے کارڈ لغافوں اور روپیہ پسیے پر ملکہ وکٹوریہ، ایڈروڈ ٹسٹم اور چارج ٹیم
 ہی کی تصاویر تھیں مگر یہ بھی گوارا نہ کیا کہ جس وقت وہ اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوں
 تو ان کے آس پاس کسی انگریز بادشاہ کی تصویر ڈاک کے ٹکٹوں اور سکوٹوں کی صورت
 میں بھی موجود ہو۔ — وصایا نگار مولانا حسنین رضا خاں — لکھتے
 ہیں، —

جب ۲ بجے میں ہم منٹ باقی تھے، وقت پوچھا — عرض کیا

نفرت تھی چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ انگریزی ملازمت ترک کر کے تجارت کی طرف متوجہ ہوں تاکہ ان کی معیشت مستحکم ہو۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :-

براہِ اِن قلت ! نوکری اور ملازمت کا خیال چھوڑ کر، تجارت پر ٹوٹ پڑو
تو دیکھو تھوڑے عرصے میں تم کیا ہو جاتے ہو۔

جس ترک موالات کی انہوں نے تعلیم دی وہ جذباتی نہیں، ہوشمندانہ تھی۔ وہ اس کے قائل نہ تھے کہ جذبات کی رو میں بہہ کر، ملازمت چھوڑ کر، اکتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھ رہا جائے بلکہ وہ اس کے قائل تھے کہ ملازمت چھوڑی جائے تو ایک جامع معاشی پروگرام کے تحت۔۔۔ یہ ترک موالات دانشمندانہ بھی ہے اور مومنانہ بھی۔

③ تعلیم و تہذیب

امام احمد رضا انگریزی اور انگریزی تعلیم کو ملت اسلامیہ کے لئے مذہبی نقطہ نظر سے غیر مفید سمجھتے تھے اور انگریزی نظام تعلیم سے متنفر تھے۔ چنانچہ تحریک ترک موالات (۱۹۲۱ء) کے زمانے میں کفار و مشرکین ہند سے وادار اتحاد کے خلاف جو رسالہ تحریک فرمایا اس میں انگریزی نظام تعلیم پر بھی سخت تنقید کی ہے، لکھتے ہیں :-

انگریزی اور بے سود تفسیح اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا، جو صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این و آن مہلات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حبیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو، وہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے؟ گے

۱۔ حامد رضا خاں، خطبہ مسرت، ص ۳۹

۲۔ احمد رضا خاں، الحجۃ المومنین فی آیتہ الممتد، مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم ۱۹۶۲ء

یہ وہی رسالہ ہے جس کے لئے مخالفین کی طرف سے یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انگریزوں کے ایماء پر لکھا گیا۔ اگر ایسا ہوتا تو انگریزی اور انگریزی تعلیم پر یوں تنقید نہ کی جاتی اور یہ تلخ کلمات نہ کہے جاتے۔ ان کلمات کی قدر و قیمت کا اسی کو اندازہ ہو سکتا ہے جس نے دردمندی اور دل سوزی کے ساتھ گزشتہ ایک صدی میں انگریزی اور انگریزی تعلیم کے مثبت اور منفی اثرات کا تقابلی جائزہ لیا ہو۔ ————— آج بھی ہم ان تنقیدات سے روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمارا نصابِ تعلیم ہم کو نہ مسلمان بناتا ہے اور نہ سچا پاکستانی۔ جو طالب علم صحیح معنوں میں مسلمان اور پاکستانی ہیں اس میں ان کے خاندانی ماحول کا دخل ہے نصاب کا نہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے ہمہ گیر تبدیلی کی ضرورت ہے تاکہ طلبہ یہ جانیں کہ

○ — ہمس کیا ہیں — ؟

○ — ہمارا دین کیا ہے — ؟

انہیں دو سوالات کے جواب میں ہماری قومی تعمیر کار راہ مضمحل ہے۔ —————
امام احمد رضا کی زندگی میں بریلی سے الرضا کے نام سے ایک ماہنامہ جاری ہوا جس کے مدیر امام احمد رضا کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں تھے، اس ماہنامے کے ایک شمارے میں بھی انگریزی تعلیم اور انگریزی نظامِ تعلیم پر بے لاگ تنقید کی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :-

علیٰ ہذا انگریزی درسگاہیں، خواہ وہ اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ، کالج و یونیورسٹی

ہوں یا تحصیل اور پرائمری مدارس و مکاتب مشرقی زبان کی درسگاہیں ہوں،

خواہ مغربی زبان کی ————— وہ جس مقصد کے لئے جاری کی گئی ہیں

اس کے سوا دوسرا مقصد ان سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ —————

وہ مسلمان کو مسلمان بنانے، اسلامی زندگی کی حفاظت کرنے، اسلامی

عادات و خصائل کو رواج دینے، دینداری کے خوگر اور عادی بنانے

کے کام میں نہیں آسکتیں۔ ان کے پشمے ہوئے طلبہ، اسلامی عقائد، اسلامی محبت و مودت، اسلامی اخوت و اتحاد، اسلامی طرز معاملات و معاشرت کا نمونہ نہیں ہو سکتے۔ غرض اسلامی حیثیت سے یہ مسلمان کے لئے کوئی کارآمد چیز نہیں ہیں!

انگریزی نظام تعلیم کا کیسا دل لگتا تجزیہ کیا ہے! ————— آج جب کہ انگریزی نظام تعلیم کے نتائج ہمارے سامنے ہیں، اس تنقیدی جائزے کی ایک ایک بات دل میں اترتی جاتی ہے۔ ————— یہ تنقید کوئی ایسا ماہنامہ نہیں کر سکتا جس کا سرپرست انگریزوں کا خب خواہ ہو۔

نہ صرف انگریزی نظام تعلیم بلکہ انگریزی تہذیب و تمدن سے بھی امام احمد رضا کو دل نفرت تھی چنانچہ فاؤنڈے رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں :-

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام، اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز کرنا مکروہ تحریمی، قریب مجرم، واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار، مستحق عذاب۔ ————— والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ — ۷

یہی وجہ ہے کہ جب ندوۃ العلماء کے اجلاس میں انگریزی وضع قطع کے لوگ شریک ہوتے تو امام احمد رضا نے طنزاً یہ شعر ارشاد فرمایا ہے

وان تبنعوا من التقویٰ لباسا

فہذا کوٹ و بطلون حبید

ترجمہ: اگر تمہیں پرہیزگاری کا لباس درکار ہو تو یہ نئے نئے کوٹ بطلون ہیں۔

امام احمد رضا کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے اپنے خطبہ صدارت (مراد آباد ۱۹۲۵ء) میں انگریزی تہذیب و تمدن پر جو بے لاگ تنقید کی ہے وہ بھی قابل

۱۷ الرضا دہلی، شمارہ زلیقہ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء دہس ۵

مطالعہ اور لائق توجہ ہے۔ — آپ نے آل انڈیا سٹی کانفرنس منعقدہ مراد آباد
(۲۰ تا ۲۳ شعبان ۱۳۳۶ھ / مطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۱۵ء) کے خطبہ صدارت میں ارشاد
فرمایا :-

ہمارے ملک کے بعض وہ اصحاب جنہیں علوم سے بہرہ نہ تھا اور دل میں
مسلمانوں کی رہنمائی کا شوق رکھتے تھے، نصارائے سے ان کے تعلقات
گہرے تھے، جب انہوں نے مسلمانوں کی تمدن کی طرف نظر کی تو
اپنے پاس وہ اسلامی تعلیم کا کوئی سرمایہ نہ رکھتے تھے، نہ علماء سے محبت
و استفادہ کا موقع انہیں حاصل ہوا تھا، نصرانیوں کی صحبت میں زندگی
گزاری تھی، ان کی خوب طبیعت مانیہ ہو گئی تھی، مسلمانوں کو اسی سانچے میں
ڈھالنے اور نصاریٰ کے تمدن میں رنگنے کے ورپے ہو گئے تھے حتیٰ کہ
جو نوجوان ان کے ہاتھ آئے، ان کی زندگی کا طرز انہوں نے نصارائے کے
مطابق کر لیا۔ مسلمانوں کو نصرانی تمدن کیا فائدہ دیتا۔

تباہی و بربادی کی رفتار دنیا فزوں ترقی کرنے لگی اور ان نئے پیشواؤں
نے اسکو محسوس بھی کر لیا مگر دین سے ناواقفیت کی وجہ سے وہ اس
طریق زندگی میں تبدیلی کرنے سے تو مجبور تھے بناچار اپنے سکھاتے
ہوئے تمدن کو مفید بنانے کے لئے انہوں نے اسلام سے مخالفت
شروع کر دی اور مسلمانوں سے اسلامی عادات چھوڑنے اور نصارائے
کے رنگ میں رنگنے کے ورپے ہو گئے اور ایک حد تک مسلمانوں پر بیڑہ پھلا
اثر ہوا۔ لے

مولانا حامد رضا خاں نے پاک و ہند میں مسلمانوں کے اندر انگریزی تہذیب و تمدن
کے اثرات کا جو تجزیہ کیا ہے وہ حقیقت پسندانہ ہے۔ اس میں شک نہیں جو طبقہ

انگریزی تہذیب و تمدن سے مرعوب و متاثر ہوا اس طبقے نے اپنی تہذیب و تمدن سے نفرت کی اور نفرت سکھائی حتیٰ کہ چہرے و اڑھیوں سے محروم ہو گئے۔ اور بدن اسلامی لباس سے۔۔۔۔۔ سروں سے ٹوپیاں غائب ہو گئیں، عورتوں کے برقعے تو اترے ہی تھے، دوپٹے بھی اتر گئے۔۔۔۔۔ گھر در میں فرش و فرش عفا ہو گئے اور جہاں کہیں صوفوں کے نیچے دیکھے گئے، پیروں تلے روندے گئے۔۔۔۔۔ کسی قوم کو اپنی تہذیب اس طرح خوشی خوشی روندتے نہ دیکھا ہوگا۔۔۔۔۔ کمرہ ملاقات سے کتا میں نکال دی گئیں اور مجھے سجانے گئے۔۔۔۔۔ جس بُت خانے کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھایا تھا اب وہ گھر گھر دیکھے جانے لگے۔۔۔۔۔ دل و دماغ عربی و فارسی سے بیگانہ ہو کر ماضی سے کٹ گئے۔۔۔۔۔ افسوس نئے جہان کی تلاش میں اپنا جہاں کھوایا۔۔۔۔۔ یہ سب کچھ ہوا اور ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ سب مطمئن رہے اور مطمئن ہیں۔۔۔۔۔ جب تک بیقرار نہ ہوں گے قرار نہیں ملے گا۔۔۔۔۔ جب تک بچپن نہ ہوں گے، چپن نہیں ٹیگا۔۔۔۔۔!

③ فکر و خیال

امام احمد رضا کا فکر و خیال اسلام کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔۔۔۔۔

وہ کسی انگریزی فکر کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔۔۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عیسائی سائنس دانوں پر سخت تنقیدات کی ہیں اور اپنے دلائل سے ان کے ادکار کا تعاقب کیا ہے حالانکہ محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ جو کہتے، وہی امام احمد رضا کہتے۔۔۔۔۔ مگر نہیں انہوں نے دیمقراطیس پر تنقید کی، آئزک نیوٹن پر تنقید کی، البرٹ آئن سٹائن پر تنقید کی، البرٹ ایین سٹائن پر تنقید کی، اور اس کے سرعرات کو

دلائل قاسمہ سے باطل کیا اور واقعی وہ باطل ہی قرار پاتے۔ اے
 آئزک نیوٹن دم ۱۷۲۴ء پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-
 نیوٹن نے لکھا ہے کہ اگر زمین کو اتنا دباتے کہ مہام بالکل نہ رہتے تو اسکی
 مساحت ایک انچ مکعب سے زیادہ نہ ہوتی۔ اے
 پھر اس کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

اہل انصاف دیکھیں سردار ہیئتہ جدید نیوٹن نے کسی صریح خارج از عقل بات
 کہی ہے۔ اے

اسی طرح امریکی سائنس دان البرٹ آئین اسٹائن دم ۱۹۵۶ء کے نظریات پر تنقید
 کی ہے۔ آئین اسٹائن، امام احمد رضا کے معاصرین میں تھا۔ ایک اور
 معاصر امریکی ہیئت دان پروفیسر البرٹ ایف۔ پورٹا پر تنقید کی۔ جب اس کی
 پیش گوئی بانگلی پور (پٹنہ) کے انگریزی اخبار ایکسپرس میں شائع ہوئی تو مولانا طفر الدین بہاری
 نے اس کا تراشہ ملاحظہ کے لئے بھیجا اور امام احمد رضا سے رائے طلب کی۔
 آپ نے پروفیسر مذکور کے لئے تحریر فرمایا :-

اے سان ڈانسکو (امریکہ) کے ماہر نواب ہیئت دان پروفیسر البرٹ ایف۔ پورٹا نے ۱۹۱۹ء میں پیش گوئی
 کی کہ ۱۵ دسمبر ۱۹۱۹ء کو آفتاب کے سامنے بعض سیاروں کے آجانے سے کشش کے نتیجے میں دنیا میں قیامت صفحہ
 پر پاجھگ۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے انگریزی اخبار ایکسپرس (بانگلی پور) بھارت میں یہ خبر شائع ہوئی جس سے پاک و ہند
 میں ہلکے پھلکے پڑ گئے۔ جب اس سلسلے میں امام احمد رضا سے رجوع کیا گیا تو آپ نے اپنے علمی دلائل سے اسکو باطل قرار دیا اور
 اس کے خلاف ایک رسالہ معین مبین بہر دور تیس سکون زمین (۱۹۱۹ء) تحریر فرمایا۔ نیویارک ٹائمز (امریکہ)
 کے ۱۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کے شمارے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ممالک میں ۱۵ دسمبر کو بڑی، پھل پھی اور
 دنیا بھر کے ہیئت دان دور بینیں نے مطالعہ مساوی میں مصروف رہے مگر بالآخر وہی ہوا جو امام احمد رضا نے فرمایا
 تھا۔ وہ دن خیر و عافیت سے گزرا اور کچھ نہ ہوا۔ بیشک "التقوا لراستہ المؤمن فانہ ینظر نور اللہ"۔ مسعود
 علی فوز مبین در رد حرکت زمین مشمولہ ماہنامہ الرضا (بریلی)، شمارہ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۹ء ص ۳۹

کس عجیب بے ادراک کی تحریر ہے جسے ہیئت کا ایک حرف نہیں آتا، سراپا
اغلاط سے مملو ہے۔ ۱۔

اس کے بعد امام احمد رضا نے پروفیسر موصوف کے جواب میں علم ہیئت پر مستقل ایک رسالہ
تصنیف فرمایا جس میں اس کی مزعومات کو باطل قرار دیا اور حقیقتاً وہ باطل ہی ہو گئیں۔

⑤ مویذین، مقلدین و مجبین نصاری

امام احمد رضا نے نہ صرف انگریزوں بلکہ ان کے خیر خواہوں، مقلدوں اور
چاہنے والوں پر بھی تنقید کی ہے، اگر وہ خود انگریزوں کے اشارے پر چلتے تو کبھی
ایسا نہ کرتے۔

مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کے خیر خواہ، اور انگریزوں کے خیر خواہ، بقول
علامہ اقبال، قادیانی تحریک کے بیرون ممالک میں پہلے مراکز ووکنگ (انگلستان) اور
عاشق آباد (روس) میں قائم ہونے بہر کیف مرزا کے خلاف سب سے پہلے امام
احمد رضا کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے قلم اٹھایا اور ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۶ء میں
کامپور سے موصولہ ایک استفسار کے جواب میں قادیانیوں کے خلاف یہ رسالہ تصنیف
فرمایا۔

النصارم الربانی علی اسراف القادیانی

۱۳۱۵ھ

یہ رسالہ ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) کے کسی شماروں میں مسلسل شائع ہوا پھر بریلی سے
کتابی صورت میں شائع ہوا۔ ۲۔

۱۔ امام احمد رضا، مکتوب مورخہ ۱۴ صفر ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۹ء بنام مولانا ظفر الدین بہاری

۲۔ امام احمد رضا کے رسالے السور العقاب (اشاعت اول ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء) کے ساتھ مولانا حامد رضا

خاں کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے قادیانیوں کے خلاف مستقل ایک ماہنامہ رسالہ

جاری کرنے کا خیال ظاہر کیا ہے، اس کے لیے انہوں نے پتہ کی اپیل کی ہے۔ یہ اپیل ۲۴ مارچ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء

۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں خود امام احمد رضا نے مولوی محمد عبدالغنی امرتسری کے استفسار کے جواب میں ایک رسالہ لکھا جس کا عنوان ہے :-

السور والعقاب علی المسیح الکذاب

۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء

اس کا پہلا ایڈیشن (مطبوعہ بریلی ۱۳۲۰ھ) ہمارے سامنے ہے۔ اس رسالے میں امام احمد رضا نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر و مرتد قرار دیا اور ان تمام افراد کو بھی جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کو نبی مانتے ہیں۔ امام احمد رضا کے بھائی مولانا محمد حسن رضا خاں کی ادارت میں قادیانیوں کے خلاف ایک رسالہ جاری ہوا جس کا عنوان ہے :-

قہر الدیان علی مرتد بقادیان

۱۳۲۳ھ

ایک شمارے کا دوسرا ایڈیشن (مطبوعہ لاہور ۱۹۲۵ء) جو سید ایوب علی بھٹوی کے زیر اہتمام شائع ہوا راقم کے سامنے ہے۔ الغرض قادیانیوں کے خلاف امام احمد رضا، ان کے برادر اور صاحبزادگان نے بہت کچھ لکھا اور جدوجہد کی ہے۔ پاکستان میں چلنے والی پہلی تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) میں امام احمد رضا کے معتقدین اور متوسلین آگے آگے رہے اور بہت سوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ۱۹۶۴ء میں چلنے والی دوسری تحریک ختم نبوت میں امام احمد رضا کے خلیفہ مولانا محمد عبدالمعظم صدیقی کے صاحبزادے علامہ شاہ احمد نورانی اور دوسرے خلیفہ مولانا امجد علی اعظمی

لے ایک رسالہ بعنوان "الرجح البیان علی رأس الاسراس الشیطانی" شائع کیا گیا۔

مولانا شرف علی تھانی کا بھی ایک رسالہ بعنوان "الخطاب الملح فی تحقیق الہدی (۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء)

مستود

محبوب پریس دہلی میں چھپا۔

اے مولانا محمد عبدالمعظم صدیقی نے قادیانیوں کے خلاف ایک رسالہ لکھا جو انگریزی، عربی اور اردو میں شائع ہوا۔

اردو میں "مرزاان حقیقت کا اظہار" عربی میں "المرآة" اور انگریزی میں "The Mirror" کے ناموں سے شائع ہوا۔

کے صاحبزادے علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے اہم خدمات انجام دیں۔ ۳۰ جون ۱۹۶۶ء کو پاکستان قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے سلسلے میں حزب اختلاف نے قرارداد پیش کی اور بالآخر منظور ہوئی۔ ۱۳۱۵ھ میں مولانا حامد رضا خاں صاحب، ۱۳۲۰ھ میں امام احمد رضا خاں ادرہہیت سے علماء نے جو فتوے دیا تھا آخر کار پاکستان کی قومی اسمبلی نے اس کو نافذ کیا اور وہ ایک زندہ حقیقت بن کر سامنے آیا۔

امام احمد رضا نے انگریزوں کے مقلدوں اور ان کے چاہنے والوں اور ان سے مدد لینے والوں کے خلاف بھی سخت تنقیدات کی ہیں۔ چنانچہ سرسید احمد خاں نے انگریزی تہذیب و تمدن کی اشاعت و فروغ کے لیے جو کچھ کیا اور تحریک ترک موالات کے ننانے میں مسلمان قوم پرستوں نے کفار و مشرکین کی تقلید میں جو کچھ کیا اس کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

نصاری کی یہ غلامی کہ پیرنجیر نے حامی، لیڈر جس کے اس زبانی سنا کی ہیں اور دل سے پڑانے حامی، اس کے نتائج تشبہ وضع و تحقیر شرع،

۱۔ شہداء محمد علی جوہر جوہر کی خلافت (۱۹۱۹ء) میں انگریزوں کے مخالف تھے مگر اس سے پہلے اس کے حامی تھے

چنانچہ پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کے خلاف انگریزوں کی مدد کی گئی جس کا خود مولانا نے اس طرح ذکر کیا ہے :-

مہم نے پندرہ سو کھرو روپے اور لاکھوں آدمی میدان جنگ بھیجے، اپنا ایمان بھی قربان کیا۔۔۔۔۔

مسلمانوں نے مسلمان بھائیوں کے خلاف تلوار اٹھائی، (اور ان گم گشتہ، مہم ۱۹۶۹ء، ص ۱۳۰)

اسی طرح مسٹر گاندھی جنہوں نے تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) کی بنیاد رکھی اور انگریزوں سے عدم تعاون کا

چرچا کیا۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے جنگ عظیم میں ہندوستانی فوجیوں کو مسلمانوں کے خلاف بھیجا۔ ایک عینی شاہد

سید سلیمان شرت بھادرا لکھتے ہیں :- "جب ہندوستانی فوجیں اس جنگ میں ترکوں کے خلاف لڑنے کے لیے

بھیجی جانے لگیں تو کسی نے کچھ نہ کہا مگر گاندھی نے فوجوں کو بھیجنے اور سپاہی بھرتی کرانے میں بڑی جدوجہد کی"

اسیما شرف، انور مہم علی گڑھ، ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء، ص ۱۰۵، ۱۰۶

شیوع دہریت و فروغِ نچریت مطابق نہ تھے بلکہ الٹا ہی
 انگریزی تہذیب و تمدن کی تقلید سے جو خرابیاں پیدا ہوئیں امام احمد رضا نے اس کا
 حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا ہے اور ایک ایک خرابی کو گنا یا بے جس سے انگریزی تہذیب
 کے بارے میں ان کے افکار و خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ بقول امام احمد رضا اس تقلید سے
 یہ خرابیاں پیدا ہوئیں :-

تشبیہ و وضع یعنی مسلمانوں نے اسلامی وضع قطع چھوڑ کر رفتہ رفتہ انگریزی
 وضع قطع اختیار کر لی اور اپنی تہذیب چھوڑ کر انہیں کے رنگ میں
 رنگ گئے۔ اب یہ حقیقت ڈھکی چھپی نہیں رہی۔

تعمیر شرح یعنی مسلمان انگریزی افکار و خیالات کے مقابلے میں شرعی امور و
 نوہی کو بے وقعت سمجھنے لگے اور دینی امور پر بحث کرنے میں بہت
 دلیر ہو گئے۔ یہ بات بھی بے حقیقت نہیں، وزن
 رکھتی ہے۔

شیوع دہریت یعنی اسلام سے بیگانہ ہو کر مسلمان دہریت کی طرف چل
 نکلے، چنانچہ ابوالکلام آزاد اور مولانا عبد الماجد دہلی آبادی
 پر خود ان کے بیان کے مطابق ایک ایسا زمانہ گزرا تھا جب کہ وہ
 دہریہ ہو گئے تھے۔ اب بھی بعض تعلیم یافتہ دہریت
 کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔

فروغِ نچریت یعنی مسلمانوں نے خدا کو چھوڑ کر نچر ہی کو سب کچھ سمجھ لیا،
 اس طرح وہ ایمان و یقین اور توکل کی دولت سے محروم ہو گئے،
 ان کی نگاہ پر عقل چھا گئی اور طریقت و عرفان سے ان کے دل خالی
 ہو گئے۔

بہر کیف امام احمد رضا کی تحریر کے تیور بتا رہے ہیں کہ ان کو انگریزوں سے ترک موالات کرنے والی کی نیت پر شبہ تھا اور انگریزی تہذیب و تمدن کی اشاعت سے شکایت، چنانچہ ایک جگہ لکھ کر لکھتے ہیں،

” انگریز کی تقلید اور فیشن وغیرہ سے آزادی اور دہریت و بچریت سے نجات بہت دل خوش کن کلمات ہیں، خدا ایسا ہی کرے! —
مگر یہ صرف ترک امداد و الحاق سے حاصل نہیں ہو سکتے، اُس آگ کو بجھانے سے ملیں گے جو سید احمد خاں نے لگائی اور اب تک بہت سے لیڈروں میں اس کی لپٹیں مشتعل ہیں۔“

اسی طرح ندوۃ العلماء نے جب انگریزوں سے راہ و رسم پیدا کی اور اپنے جلسوں میں ان کو بلوایا، اپنے ملک کا ان سے سنگ بنیاد رکھوایا تو امام احمد رضا نے سخت تنقید کی۔ اہل ندوہ نے انگریزی حکومت کے بارے میں یہ اظہار کیا تھا بقول امام احمد رضا :-

” خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا اظہار ہے، اس کے معاملے کو دیکھ کر خدا کی راضی و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے۔“
اہل ندوہ کے اس قول پر تنقید کرتے ہوئے امام احمد رضا لکھتے ہیں :-
” جس نے تمام بد مذہبوں سے واد و اتحا د کیا، خدا کو انگریزی گورنمنٹ کا مثل بتایا۔“

۱۔ احمد رضا خاں، الحجۃ المومنین آیۃ الممتز، مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء، ص ۹۳

۲۔ عبد الوحید، دربار حق و ہدایت، مطبوعہ پٹنہ ۱۳۱۵ھ / ۱۹۰۰ء، ص ۱۲۳

۳۔ ایضاً، ص ۱۲۷

۱۳۱۰ء اور ۱۸۹۲ء میں مدنیض عام (کانپور) کے سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر ندوۃ العلماء کی داغ بیل بڑی مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کے خلیفہ مولانا محمد علی مونگیری اس کے پہلے ناظم تھے اور مولانا لطف اللہ علی گڑھی، مولانا احمد حسن کانپوری اس کے روح رواں تھے۔ ایک اجلاس کانپور میں امام احمد رضا خاں بریلوی نے بھی شرکت کی اور اصلاح نصاب پر ایک مقالہ پڑھا۔ مگر بڑی سرعت سے ندوۃ العلماء کا مزاج بدلا اور امام احمد رضا الگ ہو گئے بلکہ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء سے ندوۃ العلماء کے خلاف مہم کا آغاز کیا۔

ندوۃ العلماء کے اجلاس لکھنؤ منعقدہ اپریل ۱۸۹۵ء میں جو طویل قلم پڑھی گئی اس میں ملکہ وکٹوریہ اور لیفٹننٹ گورنر لارڈ الگن کی مدح کی گئی ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں :-

گورنمنٹ وکٹوریہ نسا و باوا	دلش خرم مکشس آباد باوا!
فلک پر میں جب تک ستارے چلتے	زمین پر میں جب تک جگنو جھکتے
عسکریں میں جب تک ہی گل سکتے	درختوں پہ جب تک ہی طائر چپکتے

ہے لارڈ الگن کا اقبال یا اور
مدارج ہوں لیفٹننٹ صاحب کے برترے

ظاہر ہے ایک ایسی تنظیم سے امام احمد رضا کیسے وابستہ رہ سکتے تھے جس کے ارکان ملکہ وکٹوریہ کی مدح میں رطب اللسان تھے۔ امام احمد رضا کا تو یہ عالم تھا کہ جس کارڈ پر ملکہ کی تصویر ہوتی اس کو الٹا کر کے پتا تحریر فرماتے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ندوۃ العلماء پر تنقید کی چنانچہ حدائق بخشش (حصہ سوم) میں اہل ندوہ کی ہجو میں بعض اشعار ملتے ہیں یہاں چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں :-

گہ روانفن را بسدیرتاج لطف اللہ نہند
گہ پواد را بہ تخت عالماں برمی کنند

بخت و رخت و تخت دیں ہیں، جلوہ با صدرش براں
پاؤنی و سکاٹ با مسٹر براؤر می کنند!

سازناز عالماں ہیں، قلم و بزم دیں بدیں!
میز و اسٹیج و ٹکٹ ہال و کلب گہر می کنند

زیں سگاشس ہاچہ نالش ہا کہ خود ایں سرکشاں!
واور واداردا برنشس گور زری کنند

ان اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ عالموں کی مسند پر انگریزوں کو بٹھایا جائے، اور انگریزی وضع کے مطابق جلسہ گاہ کو سجایا جائے اور انگریزوں سے کسی قسم کی مدولی جائے اور ان کو اپنا آقا بنایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے عربی قصیدے میں جو ستائش میں اجلاس پٹنہ میں ہزاروں کے مجمع میں پڑھا گیا اہل مدوہ کو یوں انتباہ کیا ہے

۱۔ احمد رضا، حدائق بخشش، حصہ سوم مطبوعہ ناہرہ، ص ۳۱

۲۔ ایضاً ص ۳۱

۳۔ ایضاً ص ۳۱

۴۔ ایضاً ص ۳۲

خسرکے حظ کہ دینا و دنیا
لعمرا للہ ذالخصر الجسد میدے

ترجمہ: دین و دنیا دونوں میں اپنا حقہ زیاں میں ڈالا۔ حیاتِ خدا رندی کی قسم یہ نرا ٹوٹا ہے۔

۴) خلوت و جلوت

انسان کی خلوتوں اور اس کے دوست و احباب کی چاہتوں سے اس کی شخصیت کے سرستہ راز کھلتے ہیں۔ ظاہر میں وہ کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ خلوت و جلوت کے احوال یکساں ہوں۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ ظاہر بہت دل پذیر ہے اور باطن بہت مہیب۔ تو آئیے امام احمد رضا کی خلوتوں میں چلیں ان کی باتیں سنیں اور دوستوں اور بزرگوں کو دیکھیں اور یہ معلوم کریں کیا خلوتوں میں انگریز کی تعریف ہوتی تھی اور کیا ان کے دوست و بزرگ انگریزوں کے خیر خواہ تھے؟

۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۹ء میں امام احمد رضا، مولانا عبدالسلام کی دعوت پر جیل پور

رہے۔ پی، بھارت) تشریف لے گئے۔ خیال ہے کہ یہ وہی سزا ہے جس میں تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا اور بڑے پیمانے پر انگریزوں کی مخالفت شروع ہوئی۔ قیامِ جیل پور کے زمانے میں امام احمد رضا کبھی کبھی سیر و تفریح کے لئے جایا کرتے تھے، مولانا عبدالسلام کے صاحبزادے، مفتی محمد برہان الحق جیل پوری (جن کا سن تشریف ۹۰ ہے) تباہ ذکر چکا ہے) تحریر فرماتے ہیں:-

ایک دن بعد نماز عصر تفریح کے لیے بگھی پر گن کیسرج فیکٹری کی طرف نکلے
نوجوی گوروں کی پارٹی، فیکٹری سے اپنے اپنے کوارٹروں کی طرف جا رہی
تھی، انہیں دیکھ کر حضرت نے فرمایا: "کم بخت بالکل بند رہیں" ۲

۲ امام احمد رضا: آمال الابرار، ص ۵

۳ محمد برہان الحق، اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۱ھ / ۱۹۸۱ء، ص ۹۱

انگریزوں کو بند رکھنے والا اس کا خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے ؟

امام احمد رضا نے جن لوگوں سے اپنے خاص تعلق خاطر کا اظہار فرمایا ہے ان میں مجاہد جنگ آزادی مولانا فیض احمد بدایونی کے بھائی مولانا عبدالقادر بدایونی اور شہید جنگ آزادی مولانا کفایت علی کافی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا فیض احمد آگرہ، دہلی، لکھنؤ اور شاہجہان وغیرہ کے محاذوں پر لڑے اور مکان بھی کی۔ مولانا کفایت علی کافی مراد آباد کے صدر الشریعہ تھے، جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا اور ۱۸۵۷ء میں سولی پر لٹکا دیئے گئے۔ اسی مجاہد کبیر سے امام احمد رضا کو قلبی لگاؤ تھا جس کا اظہار انہوں نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔ امام احمد رضا، کافی کی نعتیہ شاعری سے اس حد تک متاثر تھے کہ ایک قطعہ میں ان کو نعت گو شعراء کا بادشاہ قرار دیا ہے اور خود کو ان کا وزیر اعظم فرماتے ہیں :-

مہکا ہے میرے بونے دہن عالم یاں نغمہ شیریں نہیں مٹنی سے ہم
کافی سلطان نعت گویاں ہیں رضا ان شاعر الشیریں وزیر اعظم

یہ قطعہ انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں کہا گیا ہے جب کہ ملکی اور سیاسی حالات ایسے نہ تھے کہ کوئی شخص کسی شہید جنگ آزادی سے اس طرح جیسا کہ ذمہ تعلق خاطر کا اظہار کرے اور انگریزوں کے خیر خواہ سے تو یہ توقع ہی نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنا سلسلہ نعت، انگریز کے کسی دشمن جاں سے ملائے گا۔

④ الزامات و اسباب الزامات

مندرجہ بالا شواہد و حقائق سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نہ صرف یہ کہ انگریزوں کے خیر خواہ نہ تھے بلکہ ان کو انگریز کی حکومت و عدالت، تہذیب و معاشرت، تعلیم و نظام تعلیم، افکار و خیالات، شکل و صورت غرض ہر بات سے نفرت تھی۔

نفرت کا اندازہ ان کے اس حزم و احتیاط سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب انگریزوں سے ساز باز کے متعلق مخالفین کے قول کو نقل کرتے ہیں تو یوں فرماتے ہیں: —————

” اور کہتے کہ موقع مل جائے کہ دیکھتے انہیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں، یہ تو

معاذ اللہ نصارے سے ملے ہوئے ہیں۔“ لے

تو آخر وہ کیا اسباب تھے جن کی بنا پر ان کو انگریز نواز اور انگریزوں کا خیر خواہ کہا گیا؟ ————— راقم کے نزدیک اس کے اسباب مذہبی بھی تھے اور سیاسی بھی۔

امام احمد رضا کا اپنے مخالفین سے بحث و مناظرہ کا سلسلہ تو کافی عرصہ سے چل رہا تھا جس سے ان کے مخالفین کافی پر رنج پاتے تھے، مگر یہ سب کچھ مذہبی سطح پر تھا۔ مخالفین نے سیاسی سطح پر امام احمد رضا کی تنقیدات کا بدلہ لینا چاہا اور اس میں ان کو ایک حد تک کامیابی ہوئی، مخالفانہ پروپیگنڈے نے نصف صدی تک امام احمد رضا کو اہل علم سے پوشیدہ رکھا لیکن بالآخر یہ طلسم ٹوٹا اور حقائق سامنے آئے۔

تحریک خلافت ۱۹۱۹ء میں شروع ہوئی، برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کے ہاتھوں سلطان عبدالحمید کی سلطنت ترکیہ کو جو خطرہ لاحق تھا اس کے پیش نظر یہ تحریک سلطنت ترکیہ کو تیز کر دیا گیا۔ ————— بغاوریہ مذہبی تحریک تھی مگر اس کے اسباب خالص سیاسی تھے۔ اور بعد ازاں اس کی شریعتیں اس حقیقت کا اعتراف سے، دراصل تحریک کے پروپیگنڈے نے اس کو مستحکم و متعلق بنا دیا۔ اس کی جدوجہد کر رہے تھے، اس راز سے بعض مادیوں کو خبر نہ تھی۔ ————— امام احمد رضا نے اس سیاسی دورنگی کے قائل تھے اور

یہ وہ مسیحا کی مبعوث کی خاطر مذہب کو قربان کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ ————— ترکیہ کے انقلابوں نے مسلمانوں کے جذبات برانگیختہ کرنے کے لیے ایک چیلنج پیش کیا اور وہ ترکیہ کی سلطنت کو دوبارہ اور سلطنت ترکیہ کو خلافت ترکیہ ————— شریعت اسلامیہ

میں خلیفہ اسلام اور بادشاہ اسلام، سلطنت اور خلافت کے لیے احکام جُدا جُدا ہیں۔
 خلیفہ اور خلافت کی حفاظت فرض ہے اور سلطان و سلطنت کی حفاظت و اعانت حسب
 استطاعت واجب۔۔۔۔۔ یہی وہ فرق تھا جس نے امام احمد رضا کو اس تحریک
 سے الگ رکھا، امام احمد رضا، عبد الحمید کو سلطان ترک سمجھتے تھے، خلیفہ ماننے کے لیے تیار
 نہ تھے۔ البتہ اس کی اعانت کو حسب استطاعت واجب جانتے تھے۔۔۔۔۔

بعد کے واقعات نے بتایا کہ خود اہل ترکی سلطان عبد الحمید کو بادشاہ ہی تصور کرتے تھے
 اور ان کی حکومت کو سلطنت، اسی لیے انگریزوں نے تو نہیں خود ترکیہ کے مصطفیٰ کمال
 پاشا نے سلطان عبد الحمید کو معزول کر کے ملک بدر کر دیا اور تمام سیاست و اہل ہتکاپت
 رہ گئے، شرمندگی مٹانے کے لیے انہیں کو مبارک باد کے تاریخیچے لگے حالانکہ انہوں نے
 وہ کام کیا جس کی توقع انگریزوں سے کی جا رہی تھی۔۔۔۔۔

تحریک خلافت سے امام احمد رضا کی علیحدگی کو خوب ہوا دی گئی اور اب تک وہی
 جاتی ہے حالانکہ حقائق بالکل برعکس ہیں۔۔۔۔۔ اس ہوا دینے میں قابل ذکر سیاست
 دانوں کا ہاتھ ہے، چنانچہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو بریلی میں جمعیتہ العلماء ہند کا اجلاس
 ہوا، اس سلسلے میں ابوالکلام آزاد نے امام احمد رضا کو ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو خط
 لکھا جو ڈپلومیسی سے خالی نہیں مگر اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مخالفین نے امام احمد رضا کے
 شرعی مسلک کو، سیاست میں گھسیٹ کر ان کو بدنام کیا ہے۔
 ابوالکلام لکھتے ہیں :-

مسئلہ تحفظ و صیانت خلافت اسلامیہ، ترک موالات اور اعانت اعدائے
 عارین اسلام وغیرہ مسائل حاضرہ کی نسبت جناب کے اختلافات
 مشہور ہیں۔

جس کو تاریخ کا علم نہیں وہ ان کلمات سے گمراہ ہو سکتا ہے مگر باخبر لوگ جانتے ہیں کہ امام احمد رضا کو نہ سلطنت ترک کی مدد اعانت سے انکار تھا بلکہ ان کی جماعتِ رضا سے مسلمانوں نے خود اس کے لیے گوشن کی ہے۔ اور نہ وہ اسلام کے دشمنوں کے خیر خواہ تھے۔ وہ انگریز اور ہندو دونوں کے بیک وقت مخالف تھے۔

مگر شہرت بہ وی گئی کہ تحریکِ خلافت سے اس لیے علیحدہ ہیں کہ اندرونِ خانہ انگریزوں سے ساز باز کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ جو جنوں میں عقل کا کہاں گزرے؟

سب کو یقین آ گیا اور مخالفین کا یہ حربہ کامیاب رہا تا آنکہ حیات، خود شارج حیات ہیں کر سامنے نہ آئی اور خوب ناخوب عمل کی گزہ کو کھول کر نہ رکھ دیا۔ امام احمد رضا تحریکِ خلافت میں مخالفین کے طرز عمل اور اس کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :-

” معلوم تھا کہ اگر تو کچھ نہیں سکتے، نہ خود نہ وہ، خالی پیچ و پکار کا نام حمایت رکھنا، اہل عقل و دین اول تو غوغائے بے ثمر کو خود ہی جبت جان کر صرف توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے اگر شاید شکر ت چاہیں تو انہیں مذہبِ اہلسنت پر فتنے سے زیادہ عزیز ہے، مذہب ہی ان کے نزدیک چیز ہے۔ لہذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلافتِ مذہبِ اہل سنت ہو کہ وہ شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھئے انہیں مسلمانوں سے ہمہ کی نہیں یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام بھڑکیں اور دیوتے

۱۔ تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کریں۔

۱۔ امام احمد رضا، دوام العیش فی الاثر من قریش، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۱ء

۲۔ محمد مسعود، فاضل بریلی اور ترک مرآت، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۱ء

۳۔ محمد مسعود، تحریکِ آزادی ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۹ء

و دہا بیت کے پنجے ہمیں۔ اے

جس طرح تحریک خلافت میں امام احمد رضا کو اصولی اختلاف تھا اسی طرح تحریک ترک موالا سے (جولائی ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے شروع کی) اصولی اختلاف تھا۔ غیر منقسم ہندوستان میں ہمیشہ ہندو اکثریت میں رہے اور اس میں مسلمان سلاطین کی عظیم الشان، رواداری کا پورا پورا عمل دخل ہے۔ لیکن مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے۔

بالعموم خطرات اقلیت کو اکثریت سے ہوتے ہیں نہ کہ اکثریت کو اقلیت سے، تو بنیادی طور پر مسلمانوں کو انگریزوں سے زیادہ ہندوؤں سے خطرات تھے اور اس کے تقاضا و شواہد سامنے آچکے تھے، یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں اگرچہ اقتدار مسلمانوں کے پاس تھا مگر ہندو اپنی سیاسی حکمت عملی سے اقتدار میں اس طرح ذخیل ہو گئے کہ خود اسلام خطرے میں پڑ گیا، جن حضرات کی تاریخ پر گہری نظر ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں۔

قوم پرست مسلمانوں اور جمعیۃ العلماء ہند کے اکابرین کا طرز عمل اس تاریخی پس منظر سے بالکل بیگانہ نظر آتا ہے۔ انہوں نے غیر منقسم ہندوستان کے طویل اسلامی ماضی کے تجربات و مشاہدات اور اپنی آنکھوں دیکھے خونچکاں واقعات سے قطع نظر کر کے ہندوؤں کے

اے احمد رضا: دوام بعیش، ص ۱۶۲، ۱۵۱

نوٹے: امام احمد رضا کا یہ کہنا کہ ”دیوبندیت اور دہا بیت کے پنجے ہمیں“ مصنف خیر معلوم ہوتا ہے خصوصاً اس خبر کی روشنی میں جو اسی زمانے میں مولانا محمد احمدا علی صدر جمعیۃ العلماء ہند (صوبہ بمبئی) نے ایک خط میں تحریر فرمائی، آپ نے فرمایا:۔

”ملا ہی اس صوبہ میں اس قومی روپے سے جو ترکوں کے دروٹاں کا بیان کر کے

وصول کیا گیا تھا، بیک دو لاکھ تقویۃ الایمان چھاپ کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔“

(غیر صحت مولانا محمد رضا خاں، مراد آباد ۱۹۲۵ء - ص ۲۱)

(مسعود)

آگے دوستی و محبت کا ہاتھ بڑھایا حتیٰ کہ ان کو اپنا قائد اور رہنما تسلیم کر لیا۔
 امام احمد رضا کو اس سیاسی طرز عمل سے سخت اختلاف تھا جس نے خود مذہب پر
 ضرب کاری لگائی تھی۔ اگر ہندوؤں سے دوستی و محبت کا وہ منہ بھرا جاتا
 اور مسلمان صرف آزادی کے لیے جدوجہد کرتے تو یقیناً امام احمد رضا کو اپنا ہم نوا پاتے
 چنانچہ تحریک پاکستان جس میں ایک ہندو بھی شریک نہ تھا، امام احمد رضا کے خلفاء، تلامذہ
 اور معتقدین نے بھ پور حصہ لیا، ان کا نقطہ نظر سیاسی سے زیادہ اسلامی تھا۔ امام احمد رضا
 اس کے لیے ہرگز تیار نہ تھے کہ انگریزوں کی غلامی کے جوئے کو، تار کر ہندوؤں کے حقوق
 غلامی کو گلے میں ڈالا جائے اور اقتدار ان کے ہاتھ میں سونپ کر ان کو مسلمانوں کی قسمت
 کا مالک بنا دیا جائے۔ قوم پرست مسلمانوں کو ہندوؤں کے اخلاص نیت
 پر یقین تھا لیکن امام احمد رضا کو ہندوؤں کی نیتوں کا حال معلوم تھا چنانچہ بعد کے
 حقائق و شواہد سے امام احمد رضا کے اندیشوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

حال ہی میں اسٹریٹ ویلکی میں مسز اندرا گاندھی کی غیر مطبوعہ کتاب مالی ٹروٹھ
 سے چند اقتباسات شائع ہوئے ہیں جس کو روزنامہ جنگ (کراچی) نے نقل کیا ہے
 اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قوم پرست ہندوؤں کے دل، قوم پرست مسلمانوں کے
 لئے کتنے تنگ تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہندوستان میں مسلمان اقتدار میں آئیں
 سینے مسز اندرا گاندھی راز و روں خانہ کو طشت ازبام کرتی ہیں :-

”جب ڈاکٹر ذاکر حسین کو بھارت کے صدر کے عہدے کے لئے ہمارا
 اُمیدوار نامزد کیا گیا تو ہمارے بہت سے لوگوں کو کسی مسلمان کے صدر

لے اہل دانش کے لیے ٹوٹ کر ہے کہ ایک زمانہ تھا جب تحریک خلافت میں خلافت اسلامیہ کی بقا کی جدوجہد
 میں مسز گاندھی پیش پیش تھے اور ایک یہ زمانہ ہے کہ خود اپنے کھ میں جب مسلمانوں نے اپنے
 حقوق کی بات کی اور پاکستان کا مطالبہ کیا تو مسز گاندھی نے سخت مخالفت کی۔ اس طرز عمل سے ان کے

اخلاص نیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (مسعود)

مملکت بننے کا خیال پسند نہیں آیا، میں نے پارلیمنٹ کے ارکان، صوبائی اسمبلیوں کے ارکان اور دوسرے بہت سے حضرات سے اس بارے میں تبادلہ خیال کیا تھا اور ان سب کا کہنا تھا کہ ڈاکٹر ذاکر حسین میں سوائے اس کے کوئی خرابی نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔

اسے اقباس سے واضح ہو گیا کہ امام احمد رضا کے اندیشے صحیح تھے۔ دراصل جو لوگ امام احمد رضا پر انگریز نوازی کا الزام لگاتے ہیں وہ قوم پرستانہ سیاست پر یقین رکھتے ہیں اور ایک قومی نظریہ کے حامی ہیں۔ ان کے نزدیک بدیسی مشرکین و نصاریٰ سے دیسی مشرکین و کفار کا اقتدار بہتر ہے مگر اسلام کی نظر میں دیسی بدیسی کی کوئی تمیز نہیں۔ اقتدار خواہ بدیسی مشرکین کا ہو یا دیسی مشرکین کا اسلام کی نظر میں ایک ہے۔ امام احمد رضا نے قوم پرستانہ ذہنیت کے خلاف جہاد کر کے اسلام کی آفاقیت کا پرچار کیا اور مسلمانوں کو بیدار کیا، ان میں دینی حمیت پیدا کی۔ انہوں نے بتا دیا کہ حکومت ہو تو اسلام کی جوورنہ اسلام کی نظر میں دیسی بدیسی برابر ہیں بلکہ وہ مشرکین بدتم ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی بنا پر قتل کیا اور قتل عام جاری رکھا۔ اُسے بہر کیف تحریک ترک موالات میں امام احمد رضا کی مخالفت کی بڑی دھوم دھام تھی۔ مشہور نو مسلم مترجم قرآن، محمد ماراڈیلوک پکنجال (صدر سندھ خلافت کانفرنس) نے

۱۔ اخبار جنگ (کراچی)، شمارہ ۲۹ نومبر ۱۹۳۵ء، ص ۱۲، ک ۷۶

جلال الشریف ویکی، نومبر ۱۹۳۵ء

۲۔ امام احمد رضا کے زمانے میں اور اس سے پہلے اور بعد بہت سے ہندو مسلم فسادات ہوئے اور کیوں ہوئے تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۷ء سے اب تک ہندوستان میں تقریباً ۵۰ ہزار فرقہ وارانہ فسادات ہو چکے ہیں۔ یہ اعداد ہندوستان کے مشہور صحافی گل دیپ تیرنے بتاتے ہیں۔ صرف ۱۹۳۵ء میں ۳۰۶۸ فسادات ہوئے (جنگ (کراچی) ۲۵۱ نومبر ۱۹۳۵ء، ص ۲، ک ۷۶) اور ۱۹۳۵ء میں مراد آباد، الہ آباد، علی گڑھ وغیرہ میں جبکہ ہوادہ تراہوئی باتیں ہیں۔ الغرض تقسیم ہند سے لگ بھگ لاکھوں مسلمان شہید ہو چکے ہیں۔ (مسعود)

تحریک ترک موالات کے زمانے میں ۱۹۲۱ء میں کراچی کے ایک اجلاس میں فرمایا :-
 ”مجھے معلوم ہے ایسے حضرات بھی ہیں جو ہندوؤں کی قیادت کو مسلمانوں
 کے لئے فطرتاً تصور کرتے ہیں۔“

۱۱۔ احمد رضا نے اپنی بہت سی تحریروں میں تحریک ترک موالات سے علیحدگی کے
 اسباب کا ذکر کیا ہے اور اس تحریک کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلے میں یہ رسالہ
 قابل ذکر ہے :-

المحجة المومنة فی آية الممتحنة

الربیع الآخر ۱۳۳۱ھ (۱۹۲۱ء)

اسے رسالے میں ایک جگہ سید احمد خاں کی انگریز نوازیوں اور ترک موالات کے
 حامیوں کا ہندو نوازیوں کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

مگر لہذا انصاف وہ فدا می ادھوری تھی — سید احمد خاں نے کسی پادری
 نصرانی کو اموریوں میں صراحتاً اپنا امام و پیشوا نہ لکھا تھا، آیات و احادیث کی تمام
 عمر کو چرچ یا صلیب پر نثار کرنا نہ کہا تھا، کسی پادری کو مساجد میں مسلمانوں
 کا داخلہ و پادری نہ بنایا تھا، نصرانیت کی رضا کو خدا کی رضا یا کسی پادری

۱۔ محمد افضل اقبال، لائٹ اینڈ ٹائم آف محمد اقبال، مطبوعہ لاہور، ۱۹۲۰ء

۲۔ راقم نے اس رسلے کی روشنی میں بہ فاضل بریلوی اور ترک موالات کے عنوان سے ایک مقالہ قلم بند کیا تھا

جو کہ قابل صورت میں مرکزی مجلس میں ۱۹۲۱ء میں شائع کیا گیا تھا، اس کے بعد لاہور سے اس کے چار

ایڈیشن اور شائع ہو چکے ہیں۔ اسے یہاں مولانا عبد الباقی زنگی محل کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے گاندھی کی قیادت

کو تسلیم کیا اور اسکو پیشوا بنایا (خواجہ حسن نظامی، مہاتما گاندھی کا فیصلہ، مطبوعہ دہلی ۱۹۲۰ء) اسے یہاں بھی مولانا زنگی

محل کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے ایک فارسی شعر میں گاندھی کے لیے کہا کہ جو عمر قرآن و حدیث میں گزری تھی وہ سب

کی سب ایک بستہ پرست کے قدموں پر نچا اور کردی (جوالہ مذکور) ۳۔ مولانا محمد علی جوہر نے دہلی کی جامع مسجد

کے مکتب پر شردھانند کو ساتھ بٹھایا اور اس سے تقریر کرائی۔ (محمد ابو سعید خاں، مسلمانوں کا ایشیا اور جنگ آزادی ۱۹۴۷ء)

کوئی بالقوہ نہ بنایا تھا۔ اور اب مشرکین کی پوری غلامی ہو رہی

ہے، ان کے ساتھ یہ سب کچھ اور ان سے بہت زیادہ کیا جا رہا ہے۔

مسلمانوں پر مشرک گاندھی کی سیاست کا کچھ ایسا جا دو چلا کہ نہ صرف گاندھی کی قیادت بلکہ ان کی ولایت کے لیے راہ ہموار کی جانے لگی چنانچہ اس سلسلے میں محمد ابراہیم کوک پکتھال کے مندرجہ ذیل خیالات دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے، ۱۹۲۱ء میں اجلاس کراچی میں انہوں نے فرمایا :

”لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہندو ولی جو زیادہ بلند سطح پر ہو، ایک ایسے گنہگار

مسلمان سے بہتر قاعدہ ہے جو پست سطح پر ہو کیوں کہ بلند سطح کے لیے صرف

ایک قانون ہے۔ مسلمان، ہندو، عیسائی، یہودی وغیرہ سب

کے لیے ایک ہے۔ یہ قانون الہی ہے جو قرآن شریف میں

نازل ہوا۔“

غالباً پکتھال کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے ان الذین آمنوا الذین ہادوا

..... ولا ھدی عن ذن ابوالکلام آزاد نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن

کی جلد اول میں اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے :-

”انسان کا تعلق خواہ کسی دین و مذہب سے کیوں نہ ہو اگر وہ خدا پر

ایمان رکھتا ہے تو نجات اخروی کا مستحق ہے۔“

مشرک گاندھی کو اس تفسیر سے بڑی تقویت ملی اور خوشی ہوئی کیونکہ وہ اس تفسیر

کے مطابق خود کو نجات اخروی کا مستحق سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تفسیر کے اس حصے

۱۔ اسماعیل علی نذر ملک نے گاندھی کے لیے یہ بات کہی (پیسٹ اخبار، لاہور، ۱۸ نومبر ۱۹۲۰ء)

۲۔ احمد رضا، الحجۃ الموقوتہ، مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور، ۱۹۲۰ء، ص ۹۲

۳۔ محمد رفیع، تحت اینڈ ٹائم آف محمد اقبال، ص ۲۲۰

۴۔ رسالہ ایمان (پتی)، شمارہ ۵، اپریل ۱۹۲۰ء

کا گجراتی میں ترجمہ کر کے شائع کیا اور تقسیم کرایا۔ یہ انکشاف خود مسٹر گاندھی نے جامعہ علیہ، دہلی کے ایک اجلاس میں کیا۔ اے

امام احمد رضا اس قسم کے ہندو مسلم اتحاد کے مخالف تھے جس نے خود مسلمان عالموں کے ہاتھوں ایک کافر و مشرک کو ولی کامل بنا کر بتات اسلام کے سامنے پیش کیا اور خود علیاً نے ان کی قیادت کو دل دہان سے تسلیم کیا بلکہ مسٹر گاندھی کی قیادت پر فخر کیا اور اپنی قلم سے اوراق تاریخ میں فخریہ ان کے احوال لکھے۔

یہی وہ تاریخ موالات ہندو تھا جس کو امام احمد رضا نے اُجاگر کیا، اس کا بڑا علمی سطح پر توڑ لیا گیا۔ سیاسی سطح پر لیا گیا اور منصوبہ یہ بنایا گیا کہ انگریز پرستی کا الزام لگا کر امام احمد رضا کے خلاف ایسا ہنگامہ برپا کیا جائے کہ اپنا داغ و گھلے یا نہ دھلے اس غل شور میں دب تو جانے چاہیو ایسا ہی ہو اگر جب ہنگامے سرد ہوتے اور سکول کا دور دورہ ہو تو حق و باطل الگ الگ نظر آنے لگا۔ سب کو ہمیشہ کے لیے تاریکی میں نہیں رکھا جاسکتا، ایسی گوششیں بالآخر رائیگاں جاتی ہیں اور نہ امت و شرمساری کے سوا کچھ بڑھتے نہیں آتے۔ امام احمد رضا پر تحریک ترک موالات کے دوران جو الزامات لگاتے وہ ماہنامہ السواد الاعظم نے نقل کئے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ نیستی تالی پر فینٹ گورنر سے ملاقات کی۔
 ۲۔ گورنمنٹ کی خوشی کے لیے اس کے حسب منشاء فتوے لکھا۔
 ۳۔ گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں۔ اے

⑧ جواب و تصدیق جواب

امام احمد رضا نے ان تمام الزامات کا ایک جواب دیا جو سب پر بھاری ہے۔ آپ نے فرمایا :-

حریت پسند تھے، انگریزی اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی،
 مدشمس العلماء، ہر قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے
 صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں، مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی
 نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً راہ درسم نہ تھی۔ لے

① حقائق و شواہد

مندرجہ بالا شواہد و حقائق کی روشنی میں اب وثوق اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا
 ہے کہ انگریزوں نے جس طرح مولوی سید احمد بریلوی کی دعوت کی تھی، امام احمد رضا کی
 جاس طرح کبھی دعوت نہ کی تھی۔

فہ

جس طرح انگریزوں نے مولوی سید احمد بریلوی کی مدد کی تھی، امام احمد رضا کی
 کبھی مدد کی تھی۔

فہ

امام احمد رضا نے مولوی اسماعیل دہلوی کی طرح انگریزوں کے متعلق یہ اظہار خیال کیا ہے۔
 ”ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ ان پر
 کوئی حملہ اور ہتھیاروں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں
 اور اپنی گورنمنٹ پر آئینہ نہ آسنے دیں۔“ لے

۱۔ اخبار جنگد کراچی، شمارہ ۲۵، جنوری ۱۹۶۹ء، ص ۶، ک م ۵۔

۲۔ محمد علی، مخزن احمدی، مطبوعہ مفید عام آگرہ، ص ۶۷

۳۔ حسین احمد، نقش حیات، جلد دوم، مطبوعہ دہلی، شمارہ ۱۲، ص ۱۳۔

۴۔ مزاحیرت دہلوی، حیات طیبہ مطبوعہ دہلی، ص ۲۶۶

نہ

کبھی سلطان حجاز عبدالعزیز بن سعود کی طرح انگریزوں سے کوئی معاہدہ کیا اور نہ انگریزوں نے آپ کے لئے کبھی یہ لکھا :-

” عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن فیصل السعود کی خود اپنے اور اپنے وراثہ اور قبائل کی طرف سے ایک عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ طرفین (برطانیہ اور ابن سعود) میں دوستانہ راہ و رسم کی تجدید و تائید ہو جائے۔“

نہ

کبھی عبدالعزیز بن سعود کی طرح حکومت برطانیہ نے آپ کو ”ستارہ ہند“ کا خطاب دیا اور نہ کوئی تمغہ لگایا۔^۲

نہ

امام احمد رضا نے مولوی نذیر حسین دہلوی کی طرح انقلاب ۱۸۵۷ء کے بارے میں کبھی یہ اظہار خیال کیا اور نہ کسی مسم کو تحفظ دیا۔^۳

وہ میاں وہ لڑتھا، بہادر شاہی نہ تھی، وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا، بہادر شاہ کو بہت سمجھایا گردہ باغیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو رہے تھے، کرتے تو کیا کرتے۔^۴

۱۔ یہ معاہدہ ۱۸ صفر ۱۲۳۵ھ / ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء کو ہوا۔ اس میں انگریزوں کی بلا دستگی کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس پر دائرہ نے ہندو چیمپیونر ڈاڈ عبدالعزیز بن سعود کے دستخط دیے۔

(سرگزشت حجاز و مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۳۵ھ / ۱۹۲۷ء ص ۴۲-۴۳)

۲۔ ۱۹۱۶ء کے لگ بھگ ابن سعود کو حکومت برطانیہ نے ”ستارہ ہند“ کا خطاب دیا اور بمقام کو بیٹھ حکومت کے فائضہ خلیج فارس، سرپرستی لاکس تھاپنے ہاتھ سے ابن سعود کے سینے پر تمغہ لگایا۔

سرگزشت حجاز میں اس تقریب کا عکس موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۸ کے مقابل والا صفحہ)

۳۔ فضل حسین بیاری : الحیات بعد المات، مطبوعہ کراچی ۱۳۷۹ھ، ص ۱۲۷

۱۲۵

اور مجھے اُمید ہے کہ کوئی مسلمان بھی بغاوت یا مہجرانہ سازش یا معاندت
سلطنت کا روادار نہیں۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم دینے سے بچنا اور
الْمَشْكُورَاتِ الْبَتِّيِّ يَأْتِيهِمْ يَوْمَئِذٍ رَاحًا مِمَّا رَحِمَهُمْ رَبُّهُمْ ۗ إِنَّهُم كَانُوا
لَمُتَّقِينَ

نہ

دارالعلوم دیوبند کی طرح دارالعلوم منتظر اسلام کے لئے کسی انگریز
نقشبند گورنر کے معتمد نے اس راستے کا اظہار کیا :-
” یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار، مجدد و معاون سرکار ہے۔“

نہ

کسی انگریز معتمد نے یہ اظہار خیال کیا :-
” مجھے افسوس ہے کہ آج سر ولیم میور صاحب (گورنر صوبہ متحدہ) موجود نہیں
ورنہ بکمال ذوق و شوق اس مدرسہ کو دیکھتے اور طلبہ کو انعام دیتے سکتے

نہ

امام احمد رضا نے دارالعلوم دیوبند کی طرح اپنے علمی اور مذہبی اجلاس میں کبھی
کفار و مشرکین کو بلایا اور نہ ان کو کرسی صدارت پر بٹھا کر مجلس علماء کو ذلیل و رسوا کیا۔ گئے

۱۔ تاحی محمد سلیمان منصور پوری، خطبہ صدارت آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس منعقدہ آگرہ ۳۰ مارچ ۱۹۲۵ء بمبائل

خطبہ سلیمانی، مشائخ کردہ مسلمان کینی سٹیڈہ و شائع گوجرانوالہ، مارچ ۱۹۶۲ء، ص ۲۷۲

۲۔ اخبار انجمن پنجاب لاہور مجریہ ۱۹ زردی ۱۸۷۵ء

۳۔ ماہنامہ الرشید (دارالعلوم دیوبند نمبر) لاہور، زردی، مارچ ۱۹۶۹ء، ص ۱۹۶

۴۔ اخبار جنگ (کراچی)، مندرجہ ذیل شمارے :-

دلی ۱۲ مارچ ۱۹۸۰ء، ص ۱۲، ک ۸ (د) ۲۰ مارچ ۱۹۸۰ء، ص ۱، ک ۳

دبئی ۲۱ ر، ص ۱۲، ک ۲ (د) ۲۲ ر، ص ۱، ک ۵

دبئی ۲۳ ر، ص ۲، ک ۶ (د) ۳ اپریل ۱۹۸۰ء، ص ۴، ک ۸

نہ

ریاست بھوپال کے معتمد الہمام اور مشہور معتمد نواب صدیق حسن خاں کی طرح کبھی یہ کہا:۔
 دو تین تیس سال کا مل متوسل و متوطن اس ریاست بھوپال کا ہوں ۔۔۔۔۔
 حکام عالی منزلت یعنی کارپردازان و دولت انگلشیہ کو تاجر برابری ریاست کی
 خیر خواہی اور وفاداری کا عموماً اور اس بے صولت دولت (صدیق حسن خاں) کا
 خصوصاً ہو چکا ہے۔ لے

نہ

کبھی نواب صدیق حسن خاں کی طرح انقلاب ۱۸۵۷ء کے لیے یہ اظہار خیال فرمایا:۔
 در بغاوت جو ہندوستان میں بڑا نڈھدر ہوئی اس کا نام جہاد رکھنا
 ان لوگوں کا کام ہے جو اصل دین اسلام سے آگاہ نہیں ہیں اور ملک میں
 فساد ڈالتا اور اس کا اٹھانا چاہتے ہیں۔ لے

نہ

ترک موالاتی بیڈروں کی طرح پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کے خلاف ہندوستانی
 مسلمان سپاہیوں کو بھیجا اور مولانا محمد علی جوہر کی طرح اعتراف گناہ کرتے ہوئے
 یہ کہا:

ہم نے پندرہ سو کروڑ روپے اور لاکھوں آدمی میدان جنگ میں بھیجے،
 اپنا ایمان بھی قربان کیا۔۔۔۔۔ مسلمانوں نے مسلمان بھائیوں
 کے خلاف تلوار اٹھائی، اس کا جو معاوضہ دیا جا رہا ہے اسکو مد نظر
 رکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ بہت مایوس کن ہے۔ لے

لے صدیق حسن خاں، ترجمان، فریڈ، امپورٹ لہور سٹراڈ، ص ۹، ۲۹

لے ص ۱۰۶ (مختصاً) ص ۵۴

لے تقریر مولانا محمد علی، اجلاس آل انڈیا کانگریس، امرتسر ۱۹۱۹ء، بحوالہ اوراق کمر بستہ، مذہب رسد، احمد آباد، ۱۹۶۹ء

فہ

مولوی اشرف علی تھانوی کی طرح انگریزوں کی حمایت میں صراحتاً یہ فتویٰ دیا :-
 ”چوں کہ قدیم سے مذہب اور قانون جملہ مسیحی لوگوں کا یہ ہے کہ
 کسی کی ملت و مذہب سے پر خاشس اور مخالفت نہیں کرتے
 اور نہ کسی کی مذہبی آزادی میں دست اندازی کرتے ہیں اور اپنی رعایا کو
 یہاں ہندوستان میں جو مملوکہ و مقبوضہ اہل مسیح ہے، رہنا اور ان کا
 رعیت بننا درست ہے۔ لے (۱۰ صفر ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء)

فہ

امام احمد رضا کے کسی معتقد نے ان کے متعلق یہ بات کہی جو مولانا شبیر احمد عثمانی نے مولانا
 اشرف علی تھانوی کے لیے فرمائی :-

”حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، ہمارے آپ کے
 مسلم بزرگ و پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ
 ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے،
 اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مولانا تھانوی، جو اس کا علم
 نہیں تھا کہ روپے حکومت دیتی ہے۔“ لے

فہ

امام احمد رضا کے کسی عقیدت مند نے یہ بات کہی جو مولانا حفظ الرحمن سیوہاری نے بانی
 تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس کے لیے فرمائی :-
 ”مولانا الیاس صاحبہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت

لے رئیس احمد جعفری، اوراقِ گم گشتہ، ص ۳۲

لے محمد زکریا دیوبندی، مکالمۃ العدرین (۲۶، رذی الحجہ ۱۳۶۶ھ)، دارالاشاعت دیوبند

سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مندرجہ بالا حضرات میں سے بعض نے بنانے کے تئیں وفراز کے ساتھ انگریزوں کے خلاف بھی جدوجہد میں حصہ لیا مگر ان کا دامن سیاست انگریز نوازی کے داغ سے بالکل پاک نہ رہ سکا۔ بر خلاف امام احمد رضا کے ان کا دامن سیاست زندگی کے ہر مرحلے پر اس خصوص میں بے داغ رہا۔ یہ بات تاریخی شواہد سے ثابت ہو چکی اور اس کا اعتراف کیا جانا چاہیے۔ جن لوگوں نے زندگی کے کسی نہ کسی مرحلے پر انگریزوں کی حمایت کی اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہے اگر ان کے ساتھ یہ رعایت کی جاتی ہے اور ان کا دامن انگریز نوازی کے داغ سے پاک دکھایا جاتا ہے تو امام احمد رضا اس رعایت کے زیادہ مستحق ہیں، ان کی زندگی انگریز نوازی کے الزام سے ایسی بری ہے کہ کسی قسم کی مجرمانہ چشم پوشی کے تکلف کی ضرورت ہی نہیں۔ بس اتنی سی بات ہے کہ تاریخ میں وہی لکھا جائے، حقائق جس کی شہادت دے رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا کافروں، مشرکوں، انگریزوں، یہودیوں، آتش پرستوں، قادیانیوں، غرض ہر باطل فرقے کو اسلام اور مسلمانوں کا دشمن سمجھتے تھے۔ انتقال سے صرف ایک ماہ قبل ۲۵ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ کو انہوں نے جو شعر ارشاد فرمایا وہ ان کے سیاہی مسک کا آئینہ دار ہے، سنئے وہ کیا فرماتے ہیں :-

کافر، ہر فرد و فرقہ دشمن مارا

مرتد، مشرک، یہود و گبر و ترسا

ترجمہ: کافر بلکہ ہر فرد و فرقہ ہمارا دشمن ہے۔ خواہ وہ مرتد ہو یا مشرک، یہودی ہو یا عیسائی اور یا آتش پرست۔

پاکستان کے مرکزی وزیر تعلیم خان محمد علی خاں ہوتی نے مندرجہ بالا حقیقت کی اس انداز سے تشریح کی ہے :-

” فاضل بریلوی جنہوں نے مسلمانوں کی فکری آبیاری کے لئے ایک ہزار کے لگ بھگ کتب ہر موضوع پر تحریر فرمائی ہیں، مسلمانوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ کفر کی سب قسموں سے الگ رہنا چاہیے، اگر انگریزوں سے ترک موالات ضروری ہے تو ہندو سے بھی ترک موالات لازمی ہے، نہ ہندو مسلمان کا ساتھی بن سکتا ہے اور نہ ہی غمخوار۔“

ہمارے بعض مؤرخین و محققین جو غیر مورخانہ اور متعصبانہ مہم میں شریک رہنے مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور تاریخ کو اس کے صحیح پس منظر میں پیش کر کے ملت اسلامیہ کی رہنمائی کرنی چاہیے۔ اب تک جو ہوا سو ہوا بہر حال اب گوشش کی جانی چاہیے کہ پاکستان کی اس تاریخ کی اصلاح کی جائے جو بقول ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ایک طرفہ طور پر لکھی گئی۔ سنی وہ کیا کہتے ہیں :-

” جب میں علماء اہل سنت کے موضوع پر تحقیق کر رہا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ جو تحریک جہاد کے بارے میں اب تک لکھا گیا ہے وہ سب ایک طرفہ ہے۔“

۱۔ تقریر سلسلہ یومِ رضا، منعقدہ راولپنڈی، ۱۷ جنوری ۱۹۸۰ء

بحوالہ اثن (دکھن)، شمارہ ۶، فروری ۱۹۸۰ء، ص ۲۸

۲۔ تقریر مجلس مذاکرہ سلسلہ یومِ رضا، منعقدہ کراچی، ۶ فروری ۱۹۷۸ء

افضل اقبال، ڈاکٹر : لائف اینڈ ٹائم آف محمد علی، مطبوعہ لاہور

امجد علی اعظمی : قاصح الازہیات من جامع الجزئیات، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۱ھ

انوار رضا : شرکت خفیه لمیٹڈ، لاہور ۱۹۶۶ء

برہان الحق جلیپوری : اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء

جمیل الرحمن قادری : تحقیقات قادریہ، مطبوعہ بریلی

عابد رضا خاں : خطبہ صدارت جمعیت عالیہ، مطبوعہ مراد آباد ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء

..... : الصادق الربانی علی اسراف القادیانی، مطبوعہ بریلی

حسن رضا خاں : قہر الدیان علی مرتد بقادیان (۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء

حسن نظامی، خواجہ : مہاتمہ گاندھی کا فیصلہ، مطبوعہ دہلی ۱۹۲۰ء

حسین احمد دیوبندی : نقش حیات، جلد دوم، مطبوعہ دہلی ۱۹۵۴ء

حشین رضا خاں : وصایا شریف (۲۵ صفر ۱۳۲۳ھ / ۱۹۲۱ء)، مطبوعہ لاہور

رضی حیدر خواجہ، تذکرہ محدث سورتی، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۱ء

رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند (ترجمہ اردو)، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء

رضا علی، سر : اعمال نامہ، مطبوعہ دہلی

رمضان علی، ابوالحسن : تاریخ دہلی، مطبوعہ لاکل پور ۱۹۶۶ء

رئیس احمد جعفری : اوراق گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء

سیما اشرف بہاری : النور مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۰ء سیما منصور پوری : خطبات سلیمانی، مطبوعہ ۱۹۶۲ء

نظیر الدین، بہاری : حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ کراچی

عاشق الہی میرٹھی : تذکرۃ الرشید، جلد اول، مطبوعہ دہلی

عبد الحکیم اختر : رسائل رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء

عبدالحامد دریا آبادی : محمد علی کی ذاتی ڈائری کے چند ورق، جلد اول، مطبوعہ اعظم گڑھ

عبد الوحید خاں، ڈاکٹر : مسلمانوں کا ایثار اور جنگ آزادی

عبدالوحید، قاضی، دیباچہ، دیباچہ، مطبوعہ پٹنہ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء
 صدیق حسن خاں، نواب، ترجمانِ دیبہ، مطبوعہ امرتسر
 فضل حسین بہاری، الحیات بعد الممات، مطبوعہ کراچی ۱۳۴۹ھ
 محمد اکرام، شیخ، شبلی نامہ
 محمد زکی دیوبندی، مکالمۃ الصدرین، مطبوعہ دیوبند
 محمد شفیع، مفتی، مولانا حسن نانوتوی، مطبوعہ کراچی
 محمد علی، سید، مخزن احمدی (فارسی)، مطبوعہ آگرہ
 محمد رفیع حسینی، خیابانِ رنما، (قلمی)، مخزن مکتبہ قادریہ، لاہور
 محمد مصطفیٰ رضا خاں، الملقوط، حصہ دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۹ء
 . . . الطاری الداری لہفوات عبد الباری، مطبوعہ بریلی
 مرزا حیات دہلوی، حیاتِ طیبہ، مطبوعہ دہلی

مخیر حسین قدوائی، سرگزشت حجاز، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء

رسائل

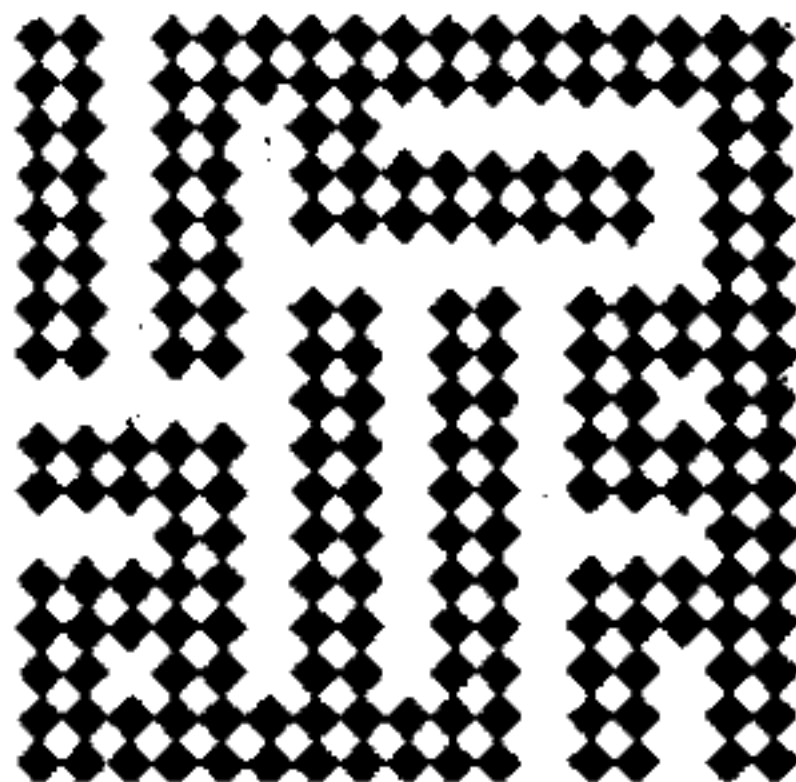
الرضا (بریلی)، شماره ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ
 السواد الاعظم (مراد آباد)، شماره جمادی الاول ۱۳۳۹ھ
 ہمدرد اسلامیکس (کراچی)

اخبارات

انجمن پنجاب (لاہور)، شماره ۱۹، فروری ۱۹۶۵ء
 سپہ اخبار لاہور، شماره ۱۸، نومبر ۱۹۲۰ء

جنگ	(کراچی)	،	شماره	۱۶	مارچ	۱۹۸۰ء
جنگ	"	"	"	۲۰	مارچ	"
جنگ	"	"	"	۲۱	مارچ	"
جنگ	"	"	"	۲۲	مارچ	"
جنگ	"	"	"	۲۳	مارچ	"
جنگ	"	"	"	۳	اپریل	"
جنگ	"	"	"	۲۵	جنوری	۱۹۷۹ء
جنگ	"	"	"	۲۹	نومبر	۱۹۸۰ء

مستند



تقریباً

(۱)

مقالہ ”گناہ بے گناہی“ پہلی بار ۱۹۸۱ء میں المجمع الاسلامی (مبارک پور بھارت) نے دو ہزار کی تعداد میں شائع کیا، پھر پاکستان میں پہلی بار فروری ۱۹۸۲ء میں مرکزی مجلس رضا (لاہور) نے دو ہزار کی تعداد میں شائع کیا، یہ ایڈیشن دو ماہ کے اندر ختم ہو گیا، اس کے بعد دوسرا ایڈیشن اسی ادارے نے اپریل ۱۹۸۲ء میں اسی تعداد میں شائع کیا، یہ بھی چند ماہ میں ختم ہو گیا، اب یہ تیسرا ایڈیشن ضمیر کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

مقالے کی اشاعت کے بعد ملک و بیرون کے دانشوروں اور صحافیوں نے اس کی پذیرائی کی اور قدر کی نگاہ سے دیکھا، یہاں چند تاثرات پیش کئے جاتے ہیں جن سے مقصود توحید نعمت کے ساتھ ساتھ یہ بتانا ہے کہ سمجھنے والوں نے سمجھا ہے، پرکھا ہے، تسلیم کیا ہے اور اپنا فیصلہ سنایا ہے۔

① ڈاکٹر پیر محمد حسن، سابق شیخ الادب اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور (پاکستان)

”گناہ بے گناہی“ نہایت عمدہ رسالہ ہے اور ڈاکٹر مسعود صاحب نے بہت کامیابی کے ساتھ نبایا ہے۔“

۱۷ مکتوب محررہ ۴ مارچ ۱۹۸۲ء بنام مولوی محمد مرید احمد چشتی

② پروفیسر ابرار حسین، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد (پاکستان)

”گناہ بے گناہی“ بہت ہی مدلل ہے اور اب کسی اعتراض کی
گنجائش نہیں۔ لے

③ پروفیسر محمد اسحاق قریشی، صدر شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد (پاکستان)

میں نے آپ کا مقالہ ”گناہ بے گناہی“
پڑھا تو خوب لطف آیا، ماشاء اللہ ایک موضوع پر تسلی بخش مواد
مہیا ہو گیا، آپ کا اندازِ تحریر نہایت ہی فاضلانہ ہے، زیر بحث
موضوع کا ہر پہلو سامنے آ گیا، لے

④ روزنامہ جنگ (کراچی)، شمارہ ۱۶ اپریل ۱۹۸۲ء، ص ۷، ک ۷

تحریک آزادی کے اہم موضوع پر اس کتاب کو نظر انداز نہیں کیا
جاسکتا۔

⑤ ماہنامہ الاشراف (کراچی)، شمارہ ستمبر ۱۹۸۲ء، ص ۴۵

مخالفین اس کتاب کو پڑھنے کے بعد یقیناً اپنی رائے بدلنے پر
مجبور ہوں گے بشرطیکہ ان میں قبول حق اور انصاف پسندی کی صفات
ہوں۔

لے مکتوب نمبر ۲۲، مارچ ۱۹۸۲ء بنام راقم الحدوث محمد مسعود احمد

لے مکتوب نمبر ۲۲، مارچ ۱۹۸۲ء بنام راقم الحدوث محمد مسعود احمد

اس میں شک نہیں امام احمد رضا کے مخالفین میں بعض حضرات انصاف پسند بھی ہیں چنانچہ ایسے ہی ایک انصاف پسند ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر نے یہ کتاب پڑھی تو فرمایا :-
مولانا احمد رضا خاں کی طرف سے دل میں جو زنگ تھا وہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد دھل گیا۔

لیکن بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو دھوپ نکلنے کے باوجود آفتاب کو تسلیم نہیں کرتے۔ ایسے حضرات کے متعلق ایک پروفیسر صاحب نے یہ اظہار خیال فرمایا ہے :-

خدا معلوم انسان اتنا کوتاہ اندیش کیوں ہے کہ حقائق سے انماض کرنے میں فخر سمجھتا ہے، یہ شپترہ چشمی آجکل عام ہے اور لکیر کے فقیر کی طرح جو ایک بار سن لیا اسے حزر جاں بنائے رکھا، میرا ذاتی تجربہ ہے کہ امام احمد رضا کے بارے میں اکثر لوگوں کی معلومات نہایت ناقص ہیں، سنی سنائی بات پر اس قدر اعتماد اور تحقیق و جستجو سے ایسا فرار؟

حیرت ہوتی ہے! لے

یہ علمی دنیا کے حق پسند اور انصاف پسندوں کی آواز ہے۔ سب کو حیرت ہے کہ آنکھوں والوں کو کیا ہو گیا کہ دیکھتے نہیں۔ لیکن حیرت کی کوئی بات نہیں۔ پروپگنڈا و درجید کا موثر ہتھیار ہے، اس کے سامنے علم و دانش اور فلسفہ و منطق ہیچ ہیں۔ امام احمد رضا کے خلاف اسی ہتھیار کو استعمال کیا گیا، یہ کوئی قیاس و گمان نہیں بلکہ اس کے لیے ایک ایسی شہادت میسر آگئی ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ امام احمد رضا کے انتقال (۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء) کے چھ روز بعد (۳ نومبر ۱۹۲۱ء) لاہور کے مشہور

پیہ اخبار نے اپنے ادارہ میں ایک تعزیتی نوٹ شائع کیا جس کا عکس جناب ظہور الدین خاں صاحب (سیکرٹری مرکزی مجلس رضالابھور) کی عنایت سے ملا۔ اس ادارہ میں لکھا ہے کہ ہندوؤں سے موالات اور انگریزوں سے ترک موالات کرنے والے امام احمد رضا سے :-

بہت ناخوش تھے، یہاں تک کہ آپکا بائیکاٹ اور بدنام کرنے میں ان کی طرف سے کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا گیا۔ باوجود اس کے مرحوم کا پایہ ثبات اپنے راستے سے نہ ہٹا۔ اے

۱۹۲۱ء میں مخالفانہ پروپیگنڈے کا جو سلسلہ چلا ۶۱ برس گزر جانے کے باوجود اب تک جاری ہے، بعض اہل علم بھی حقائق سے چشم پوشی فرما رہے ہیں، اور اس پروپیگنڈے میں شریک ہو کر علم و دانش کو رسوا کر رہے ہیں، اسی قسم کے ایک فاضل پروفیسر نے اپنی کلاس کے طلبہ سے جو کچھ فرمایا وہ خود ان کے طالب علم کی زبانی سینے اور عبرت حاصل کیجئے۔ طالب علم موصوف پروفیسر صاحب کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

انہوں نے اعلیٰ حضرت کو انگریزوں کا فتنہ ویو بند کے مقابلے میں قرار دیا اور اعلیٰ حضرت کی گراں قدر تفنیفات کو بھی فراڈ قرار دیا کہ وہ کتب انگریزوں نے اور لوگوں سے لکھوا کر اعلیٰ حضرت کے نام سے شائع کرائیا وغیرہ وغیرہ ۲

۱۔ روزنامہ پیہ اخبار (لاہور) شمارہ نمبر ۱۹۲۱ء

۲۔ مکتوب غالب علم محررہ ۱۰ اپریل ۱۹۸۲ء بنام راقم الحروف محمد مسعود صاحب

نوٹ :- یہاں مقصود حقیقت و واقعہ کا اظہار ہے اس لئے 'معلم اور معلم' کے نام ظاہر کرنے

سے اعراض کیا گیا۔ مسعود

حق پوشی اور دروغ گوئی کی یہ بدترین مثال ہے۔ اس قسم کے
فضلا و علماء نوجوان نسل کو عمداً گمراہ کر رہے ہیں جو ہرگز ان کے شایان
شان نہیں۔۔۔۔۔ امام احمد رضا اپنے وقت کے آفتاب تھے، مدیرِ پریس اخبار
(لاہور) نے اپنے ادارتی نوٹ میں لکھا ہے :-

آپ ہندوستان میں علوم وینیہ اسلامیہ کے آفتاب تھے۔ اے

یہ کسی عقیدت مند کی آواز نہیں۔۔۔۔۔ یہ ایک بے لاگ صحافی کی آواز
ہے۔۔۔۔۔ یہ آواز بریلی سے نہیں آرہی۔۔۔۔۔ یہ آواز لاہور سے
آ رہی ہے۔۔۔۔۔ ہاں یہ آواز سنی جانی چاہیے۔۔۔۔۔ بیشک امام احمد رضا
ایک ایسے آفتاب تھے جس کی شعاعوں نے دور و نزدیک روشنیاں پھیلایں
۔۔۔۔۔ دیکھتے دیکھتے ظلمتوں کے پروے اٹھتے چلے گئے۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ عرب و عجم کے فضلا و دانشوروں نے اس کا اعتراف کیا ہے
۔۔۔۔۔ مگر بے بصری و شہرہ چٹھی کو کیا کہیے، چڑھتے دن اور کھلتی
دھوپ میں بھی آفتاب کا انکار کیا جا رہا ہے۔۔۔۔۔ انکار کا یہ سلسلہ
بہت دراز ہے۔۔۔۔۔ شاید اس بے مہری ایام کو دیکھ کر امام احمد رضا کی
روح نے اپنی شعاعوں کو یہ پیغام دیا ہو ہے

پھر میرے تجلی کردہ دل میں سما جاؤ

چھوڑو چمنستان و بیابان و درو بام

پیغام ملتے ہی سے

آفاق کے ہر گوشے سے اٹھتی ہیں شعاعیں
بچھڑے ہوئے خورشید سے ہوتی ہیں ہم آغوش

اور پھر نصف صدی تک جدید دنیا سے یہ آفتاب چمپا رہا۔ — شعاعیں
خاموش رہیں۔ — مگر بالآخر ایک شوخ کرن۔ نے ہمت کی، قدم بڑھایا،

۷

بولی کہ مجھے رخصت تنویر عطا ہو! جب تک کہ نہ ہو مشرق کا ہر اک ذقہ جہاں تاب
پھوڑوں گی نہ میں ہند کی تاریک فضا کو! جب تک نہ اٹھیں خراب سے مروان گراں خواہ
پھر دنیا سے دیکھا، اُجالا ہی اُجالا تھا۔ — آفتاب پوری آب و تاب
سے چمک رہا تھا۔ — کوئی مانے نہ مانے، دیدہ و روان رہے ہیں۔

(ب)

بات ایک پروفیسر صاحب سے چلی تھی کہاں سے کہاں جا پہنچی
پروفیسر صاحب سنی سالی پر ایسا یقین رکھتے ہیں کہ دیکھنے کی
ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ — وہ ہمارے ایسے پڑھے طبقے کے
ماتندہ ہیں جس کے لئے آنکھیں بے حقیقت ہیں اور کان ہی سب کچھ ہیں۔
دنیا سے علم و دانش میں یہ انقلاب کبھی نہ آیا تھا کہ کان، آنکھ کی منہ پر بٹھا دیا گیا ہو
اور آنکھ کو رخصت کر دیا گیا ہو۔ — اسی بے بصری کی وجہ سے یہ کان والے
امام احمد رضا کو انگریزوں کا پروردہ کہتے ہیں کیوں کہ ان سے کان والے یہی کہتے،
چلے آئے ہیں۔ — ہمارے رسالے کا موضوع ہی اس الزام کی ترویج
سے ہے۔ — بہت کچھ عرض کر دیا گیا، اب کچھ اور عرض کیا جا رہا ہے تاکہ حق اور
بند ہو جائے۔ — یہ دلائل و شواہد مقالے کی اشاعت کے بعد سامنے آئے
سنیے!

①

امام احمد رضا اپنی ایک قلمی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں :-
 دوسرے ست کہ سب اللہ از زبان انگریزی نقش حرفے برکسی
 لوح نہ نسا ندہ ام لے

ترجمہ : خدا کا شکر ہے کہ ایک زمانہ گزر گیا مگر میں نے انگریزی زبان کا ایک
 حرف بھی تختی پر نہ لکھا۔

کیا انگریز کا کوئی خیر خواہ، انگریزی سے اس حد تک متنفر ہو سکتا ہے ؟
 یہ تحریر بتا رہی ہے کہ امام احمد رضا نہ صرف انگریزوں سے بلکہ ان کی زبان سے،
 انگریزی سے بھی متنفر تھے جس کو آج ہم گلے لگائے ہوئے ہیں اور انگریز
 دشمنی اور اسلام پسندی کا دعویٰ بھی کرتے جاتے ہیں۔

②

اسی انگریزی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :-
 ”ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے
 دین کی توہین دل میں آئے، انگریزی ہی ہو خواہ کچھ ہو، ایسی چیز
 پڑھنا حرام ہے۔“

③

ایک سوال کیا گیا کہ ایک مولوی صاحب پادری کے پاس جاتے ہیں، اس کے

ہاں کھاتے پیتے ہیں، اس سے بحث و مباحثہ کرتے ہیں، اس بحث میں پادری حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وغیرہ کے متعلق گستاخانہ طرز تکلم اختیار کرتا ہے، مولوی صاحب
 کو منع کیا جاتا ہے کہ ایسے پادری کے پاس نہ جایا کریں مگر وہ ممانعت کا ثبوت مانگتے ہیں،
 مولوی صاحب کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے؟

امام احمد رضا نے جواباً فرمایا :-

اس نام کے مولوی کے ایمان میں اگر فرق نہ ہوتا تو وہ ایسے جلسوں
 میں شریک نہ ہو سکتا جن میں اللہ اور رسول کے ساتھ استہزام و طعن
 کئے جاتے ہوں، وہ ثبوت مانگتا ہے، اسے اگر ایمان کی خبر ہوتی
 تو جانتا کہ قرآن عظیم اس صورت میں اُس کی مثل نصارے ہونے کا فتویٰ
 دے رہا ہے۔ لے

دوست کی رعایت تو بہر صورت کی جانی چاہیے، مگر یہاں کسی صورت منظور نہیں
 پھر دوست ہی نہیں بلکہ دوست کا پیشوا پادری۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ جب
 مباحثہ ایک انگریز پادری سے ٹھہرا تو اس سے ادب و احترام کی کیا توقع رکھی جائے
 مگر امام احمد رضا کی غیرت ایمانی کو گوارا نہیں کہ کوئی انگریز مباحثہ میں بھی شان
 رسالت تاب صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخانہ پیش آئے چنانچہ وہ فیصلہ صادر فرما رہے ہیں
 کہ ایسے گستاخ انگریز سے مباحثہ کرنے والا مولوی بھی دائرہ اسلام سے خارج
 ہے۔

(۴)

قادیانی حیاتِ مسیح (علیہ السلام) کے قائل نہیں جب کہ تمام مسلمان اس کے
 قائل ہیں، قادیانیوں کو برطانوی حکومت سے جو تقویت ملی وہ ٹھکی چھپی بات نہیں، اگر

امام احمد رضا بھی انگریزوں سے فیض یافتہ ہوتے تو قادیانیوں کی رعایت فرماتے مگر انہوں نے نہ قادیانیوں کی رعایت کی اور نہ انگریزوں کی اور حیات مسیح کے موضوع پر ایک فاضلانہ رسالہ تصنیف فرمایا جس کا عنوان ہے ۔

الجزء الہدای علی المرتد المتادیانی

۱۳۴۰ھ

یہ رسالہ اسی سال تصنیف فرمایا جس سال آپکا وصال ہوا یعنی اسی سال جس سال آپ پر انگریز نوازی اور انگریزوں کی خیر خواہی کا الزام لگایا گیا۔ یہ رسالہ انگریزوں اور قادیانیوں کے عقیدے کی بچکنی کرتا ہے، انگریز کا خیر خواہ ایسے نازک وقت میں جب انگریز کے خلاف ہمہ گیر تحریک چل چکی تھی ایسا رسالہ لکھ کر جلتی پرتیل کا کام نہ کرتا۔ لیکن امام احمد رضا کا کہنا تھا کہ کون جتنا ہے جلا کرے مگر اسلام پر آنچ نہ آنے پائے۔ وہ اسلام کے نڈر محافظ اور بیباک مجاہد تھے۔

(۵)

امام احمد رضا پر الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ وہ انگریزوں سے ترک موالات کے خلاف تھے مگر ایسا نہیں وہ ہر کافر سے موالات کے خلاف تھے اور چودھویں صدی کے عیسائیوں کو بھی کافر ہی سمجھتے تھے، ان کا اٹل فیصلہ تھا !

موالات ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے۔

حقیقی دوستی، ذہنی مطابقت سے پیدا ہوتی ہے، جب دو جماعتوں کے عقیدے ہی متضاد ہوں تو ذہنی و فکری مطابقت و موافقت ممکن ہی نہیں، یہ

صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب دونوں جماعتوں میں سے ایک دوسرے کے لئے اپنے ایمان اور عقیدے کو قربان کر دے اسی لئے شرفاً کافروں سے مولانا دستگیر دوستی و الفت، حرام ہے بلکہ عقلاً بھی حرام ہے کیونکہ عقیدہ ہی ایک ایسی دولت ہے جس کو سب سے زیادہ سنبھال کر رکھا جاتا ہے، کوئی عقلمند یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی اس کی یہ دولت لوٹ لے جائے، امام احمد رضا نے اسی لوٹ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی، حیرت ہوتی ہے، ممنون ہونے کے بجائے یہ کہا گیا کہ وہ نوانگریزوں کے خیر خواہ ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ کو انگریزوں کا خیر خواہ کہنا ایک ایسی ستم ظریفی ہے جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ لے

(ج)

انگریز نوازی کے الزام سے امام احمد رضا کی بریت کے ساتھ ساتھ ہم نے اس رسالے میں ایسے حقائق پیش کئے ہیں جن سے امام احمد رضا کے مخالفین کا رامن کسی نہ کسی مرحلے پر انگریزوں سے وابستہ نظر آتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک اور شہادت میسر آئی ہے۔

مولوی محمود حسن دیوبندی اور مولوی اشرف علی تھانوی کے استاد اور پاک ہند کی مشہور شخصیت قاری عبدالرحمن انصاری پانی پتی کے حالات پر قاری محمد عبدالمصطفیٰ انصاری نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے :-

۱۔ حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء) میں امام احمد رضا کے سیاسی مسلک کا تفصیلاً

ہائزہ بیگیٹ سے، اس سے رجوع فرمائیں۔ مستور

تذکرۃ الصالحین المعروف بہ تذکرۃ رحمانیہ

اس میں مذکورہ نگار نے چھٹے باب میں قاری صاحب کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں، اور ان کی اخلاص و لٹہیت اور بے نفسی کے ذیل میں مندرجہ ذیل دو واقعات لکھے ہیں :-

۱۔ عذر ۱۸۵۷ء میں جب اہل ہاندو نے سرکار انگریزی سے بغاوت کی تو حضرت نے اس موقع پر پوری کوشش فرمائی کہ لوگ اس جلتی آگ میں کودنے سے کسی طرح رُک جائیں، جن علماء سے بلا تقصیر نظر جہاد کا فوٹے دینے میں لغزش ہو گئی تھی، حضرت نے تحریراً، و تقریراً دونوں طرح اس کی تردید فرمائی اور مخلوق خدا کو اس کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔

۲۔ عذر کے دوران جب اور جہلا نے انگریزوں کے بے گناہ بچوں اور عورتوں پر دست درازی شروع کی تو آپ ایسی حرکتوں سے نہایت ناراض ہوئے اور علی الاعلان اس قسم کے افعالِ شنیعہ کی آپ نے مذمت کی، غالباً اس وجہ سے جب بغاوت زوروں پر تھی تو پچھترہ (۱۷) انگریز مرد و زن تلاش امن میں حضرت کے پاس آئے، حضرت نے ٹھہرتے کے لئے ان سب کو اپنا مدرسہ دیدیا اور خدام و طلبہ کو ہدایت فرمادی کہ ان منظلوم و سبکس انگریزوں کی مدد و حفاظت اور خاطر

۱۔ محمد عبدالحلیم نقاری، تذکرہ رحمانیہ، شائع کردہ دارالاشاعت رحمانیہ، پانی پت، ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء

ص: ۶۱، ۶۲

نوٹ: مولانا اسماعیل نقوی اور جناب خلیل احمد نانکی غایت سے ہم کو یہ حوالہ میسر آیا۔ مسعود

مدارات لوجہ اللہ بموجب حکم خدا اور رسول کرو۔ اے

اسے میں شک نہیں کہ سیاق و سباق سے قاری صاحب کی دردمندی و نیکی اور تلہیت کا اندازہ ہوتا ہے اس لیے ان واضح شہادتوں کے باوجود ہم حتمی طور پر ان کو انگریزوں کا خیر خواہ نہیں کہہ سکتے لیکن اگر اس قسم کی کوئی شہادت امام احمد رضا کے متعلق مل جاتی تو یقیناً ان کو نہ بخشا جاتا۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جو الزام امام احمد رضا پر لگایا جاتا ہے ذوق اس سے بالکل بری ہیں مگر بہت سے متدین اور متقی حضرات کا دامن بھی اس سے پاک نہیں، پھر کیوں بے داغ کو داغدار بنایا جاتا ہے اور کھرے کو کھوٹا دکھایا جاتا ہے؟
 دروغ گوئی اور حق پوشی کا یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا؟
 اس باب کو اب ختم ہو جانا چاہیے۔ اہل علم

کی پیشانی پر یہ ایک داغ ہے۔

یہ بات کسی طبقے یا فرقے کی نہیں۔ بات حقائق کی ہے۔

سچی بات کو سچائی کے ساتھ کہنے کی ہے۔ ہاں

اسی سچائی پر تو میں اپنے مستقبل سنوارتی ہوں۔ اسی سچائی کو قلب و نظر ترس رہے ہیں۔ اسی سچائی کے لئے اسلاف کی رو میں

پکار رہی ہیں۔ اسی سچائی کے لیے مؤرخ کا قلم بیقرار ہے۔

اسی سچائی کے لئے دلوں نے درتھے کھول دیئے ہیں۔ ہاں سے

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق۔ یہی رہا ہے ازل سے قلندرو کا طریق

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۳ ھ احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۱۶ جنوری ۱۹۸۳ ۶ پرنسپل، گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹہ (سندھ)

لے محمد عبدالمصطفیٰ؛ تذکرہ رحمانیہ، شائع کردہ دارالاشاعت رحمانیہ، پانی پت، ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء، ص ۶۲

۹

وکیل احمد بلیغیٰ خواجہ عماد الدین عارفی سلطان

تخادم سلسلہ اولیاء اللہ طبقہ حیدریان

Respected Professor Masood sahib,

I have recently gone through the english version of your Urdu treatise "GUNAHE-E-BEGUNAH" under the title of "A BASELESS BLAME" which has been published by Idara-e-tehqeemat-e-Imam Ahmed Reza. From the preface of this treatise, it has come to my knowledge that you have been undertaking research work on the versatile and manifold personality of Imam Ahmed Reza who is sine-dubio, A real genius of the East. After studying this book, I have come to realise the importance of your endeavours which you are making in order to emblaze the different characteristics of Imam Ahmed Reza. This is in deed very heartening that Almighty Allah has given you enlightened vision to courageously contradistinguish the blame which has been falsely incriminated on Imam Ahmed Reza and exculpate him from this spurious blame.

The study of this book has created a desideration in my mind to meet you personally and to know about your scholarly work which you have adduced hitherto. Today, I met my brother disciple Makhdoom Munawwar Farooqi who has promised me to take me to your residence. I am very much enthusiastic to see you and discuss with you about your research work. Kindly accept my sincere felicitations on your treatise GUNAH-E-BEGUNAH. I aspire that Almighty Allah may give you strength and courage to continue your endeavours for doing research work on Imam Ahmed Reza.

With profound regards,

Yours sincerely,

Khawaja Imaduddin

(KHAWAJA IMADUDDIN ARFI SULTAN)

۱۹۹۸

رضویات پر مسعود ملت کی چند اہم کتابیں

- ۱۔۔۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات . لاہور . ۱۹۷۱ء
- ۲۔۔۔ فاضل بریلوی علاقے حجاز کی نظر میں . لاہور . ۱۹۷۳ء
- ۳۔۔۔ عبقری الشرق (انگریزی) . لاہور . ۱۹۷۸ء
- ۴۔۔۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی . سیال کوٹ . ۱۹۸۱ء
- ۵۔۔۔ گناہ بے گناہی . لاہور . ۱۹۸۱ء
- ۶۔۔۔ حیات امام اہل سنت . لاہور . ۱۹۸۱ء
- ۷۔۔۔ اکرام امام احمد رضا . لاہور . ۱۹۸۱ء
- ۸۔۔۔ دائرہ معارف امام احمد رضا . کراچی . ۱۹۸۲ء
- ۹۔۔۔ امام احمد رضا اور عالم اسلام . کراچی . ۱۹۸۳ء
- ۱۰۔۔۔ اجالا . کراچی . ۱۹۸۳ء
- ۱۱۔۔۔ رہبر و رہنما . کراچی . ۱۹۸۶ء
- ۱۲۔۔۔ تقیدات و تعاقبات امام احمد رضا . لاہور . ۱۹۸۸ء
- ۱۳۔۔۔ آئینہ رضویات . جلد اول . دوم . سوم . کراچی ۹۶-۱۹۸۹ء
- ۱۴۔۔۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات . صادق آباد . ۱۹۹۰ء
- ۱۵۔۔۔ امام احمد رضا اور علوم جدیدہ و قدیمہ . لاہور . ۱۹۹۰ء
- ۱۶۔۔۔ تاج الفقہاء . لاہور . ۱۹۹۰ء
- ۱۷۔۔۔ محدث بریلوی . کراچی . ۱۹۹۳ء
- ۱۸۔۔۔ انتاب حدائق بخشش . کراچی . ۱۹۹۵ء
- ۱۹۔۔۔ خوب و ناخوب . کراچی . ۱۹۹۸ء

